ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۱ شمارہ ۶ جون ۲۰۱۳ء مطابق رجبؒ ۱۴۳۴ھ

سر پرست :

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیر

وصی سلیمان ندوی

پتہ

دفتر ارمغان

پُھلت ضلع مظفر نگر

Phulat, Distt. Muzaffar Nagar

251201 (U.P.) INDIA

Mob : +91-9359350312

9368512753 , 9412411876

e-mail: arm313@gmail.com

armuganphulat@yahoo.com

Website: www.armughan.in

مجلس مشاورت

☆ مولانا محمد طاہر ندوی

☆ مولانا محمد اقبال قاسمی

☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفرنگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج : محمّد حنیف قاسمی

سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری

پبلسٹی منیجر : نصیر احمد خوشحال پوری

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی

مشیر قانونی : امجدعلی ایڈوکیٹ

مشیر اعزازی : ایوب بھائی بارڈولی والے

زرتعاون

❖ فی شمارہ 17 روپے ❖ سالانہ 150 روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 450 روپے

❖ اعزازی تعاون 500 روپے ❖ بیرونی ممالک سے 20 امریکی ڈالر ❖ لائف ممبرشپ 5000 روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفرنگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفرنگر سے شائع کیا

(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ) وندے ماترم پر نیا ہنگامہ	وصی سلیمان ندوی	۳
☆	دعوت کے موضوع پر لٹریچر کی ضرورت	مولانا محمد کلیم صدیقی	۵
☆	شیخ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی	مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی	۸
☆	مولانا محمد کلیم صدیقی کا طریقہ دعوت	حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب	۱۳
☆	بچے اور ہماری ذمہ داریاں	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۴
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	**عبدالباری قریشی**	۱۷
☆	جہیز کی وبا، حقیقت کے آئینہ میں	مولانا اسرار الحق قاسمی (ایم پی)	۲۰
☆	دعوت و تبلیغ	مولانا کبیر الدین فاران مظاہری	۲۲
☆	غزل	جناب ماجد دیوبندی	۲۵
☆	دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھئے	مفتی تنظیم عالم قاسمی	۲۶
☆	زبان و قلم رحمت بھی زحمت بھی	مولانا جاوید اشرف ندوی مدنی	۲۹
☆	گل ہائے سخن	شعیب انجم	۳۲
☆	پیغامات اور دعائیہ کلمات	اکابرین امت	۳۳
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس قریشی ولی اللٰہی	۳۷
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۳۸
☆	کتاب نما	محمد حنیف قاسمی	۳۹
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۰

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **جون** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ادار یہ

وندے ماترم پرنیا ہنگامہ

ابھی کچھ دنوں قبل یہ خبر میڈیا میں زور شور سے چھائی رہی کہ بی ایس پی کے ممبر پارلیمنٹ جناب شفیق الرحمٰن برق، پارلیمنٹ کی کاروائی کے اختتام پر وندے ماترم کا ترانہ پڑھے جانے موقع پر، نہ صرف یہ کہ احتراماً کھڑے نہیں ہوئے بلکہ ایوان سے باہر نکل گئے، اس ترانہ کے پڑھے جانے کے موقع پر واک آؤٹ کرنے والے یہ واحد مسلمان ممبر پارلیمنٹ تھے، باقی مسلمان یا تو غیر حاضر تھے، یا وہ دوسروں کی دیکھا دیکھی کھڑے ہوگئے تھے، اس پر واویلا مچا کہ ایک معزز رکن پارلیمان نے اس قومی ترانہ میں شرکت نہ کر کے پالیمنٹ کے اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ ان کے اس عمل سے وطن دشمنی کی بو آرہی ہے، اس موقع پر انھیں یہ بھی کہا گیا کہ ایسے ممبر پارلیمان کو پارلیمنٹ میں رہنے کا بلکہ ملک میں رہنے کا حق نہیں ہے، دوسروں کے دباؤ میں آکر خود پارلیمنٹ کی اسپیکر میرا کمار نے مولانا برق کو نوٹس دینے کی دھمکی دی اور معذرت طلب کرنے پر اصرار کیا، مولانا برق نے اس موقع پر اپنا موقف ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسئلہ فکری اور نظریاتی سے بڑھ کر مسلمانوں کے عقیدہ سے متعلق ہے، اور وہ اس پر کبھی معذرت کے لئے تیار نہیں ہوں گے۔

ملک کی آزادی کے بعد سے وندے ماترم کا یہ مسئلہ کئی بار ابھارا جاچکا ہے، اور ہر بار مسلمانوں کی طرف سے وضاحتی بیانات اور تفصیلی گذارشات نہ صرف حکومت کے ذمہ داروں کی خدمت میں، بلکہ اخبارات اور میڈیا میں پیش کی جاتی رہی ہیں، لیکن اس ملک کا متعصب میڈیا یا تو مسلمانوں کے موقف کی ترجمانی نہیں کرتا، یا اس کو غلط معنی پہنا دیتا ہے، اس لئے اگلی بار جب یہ موضوع سامنے آتا ہے تو برادران وطن کی اکثریت پھر سے مسلمانوں سے وندے ماترم کا احترام کرنے کی درخواست کرنے لگتی ہے، اور اسے ملک کی عزت و وقار بلکہ ملک کی وفاداری کا مسئلہ بنا دیتی ہے۔

اس سے قبل ۱۹۹۸ء میں بھی وندے ماترم کا یہ مسئلہ بڑے زور وشور سے ابھرا تھا، جب اتر پردیش کے سرکاری اسکولوں میں اس ترانہ کو پڑھے جانے، اس کے سامنے سر جھکانے، اور ہندوستان کی تصویر پر پھول چڑھانے کو لازمی کر دیا گیا تھا، اُس وقت ہندوستان کی ملت اسلامیہ کی متاع محترم حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا تھا، اور یہاں تک فرمایا تھا کہ 'حکومت اس پالیسی کا نفاذ کر کے مسلمانوں کو بے چینی میں مبتلا نہ کرے اور اس کو فوراً واپس لے، ساتھ ہی یہ اعلان کرتے ہوئے کہ مسلمان کسی قیمت پر ایسی کسی تعلیمی اسکیم کو برداشت نہیں کریں گے، جو اُن کے دین وایمان کے خلاف ہو، مسلمانوں سے اپیل کی تھی کہ وہ ایک ہفتہ تک مسلسل یوم دعاء منائیں اور عوامی بیداری کے عمل کو شہر، قصبات اور

دیہات تک پہنچائیں، اور ایسے اسکولوں میں جہاں نئی تعلیمی پالیسی کے تحت وندے ماترم کہنے یا بھارت ماتا کی تصویر پر پھول چڑھانے، اور پوجا ارچنا کا عمل کرایا جاتا ہے مسلمان طلباء اس میں حصہ نہ لیں، اور بچوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ ایسے اداروں میں داخلہ لیں جہاں ان کا عقیدہ توحید محفوظ رہے"۔

وندے ماترم کی داستان کچھ یوں ہے کہ ایک انگریز پرست، مسلم دشمن فرقہ پرست بنگالی ادیب بنکم چند چٹر جی نے ۱۸۸۲ء میں ایک ناول لکھا تھا، جس میں متنازعہ گیت وندے ماترم شامل ہے، اس ناول اور گیت کو ادبی حلقوں سے زیادہ سیاسی حلقوں میں مقبولیت حاصل ہوئی، بنکم چند چٹر جی انگریزوں کو اس واسطے پسند کرتے تھے کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی حکومت ختم کی تھی، تو پہلی بات یہ ہے کہ چٹر جی انگریز پرست تھے، نہ کہ حب الوطنی سے سرشار ایک ہندوستانی، اس لئے ایک انگریز پرست انسان کے لکھے ہوئے گیت کو حب الوطنی کا معیار کیسے بنایا جاسکتا ہے۔اس کے علاوہ وندے ماترم کا یہ گیت دین توحید خالص، اسلام کے پیمانہ اور نقطہ نظر سے ایک خالص مشرکانہ گیت اور صنمی ترانہ ہے، اس کے ثبوت وشہادت کے لئے اس کو اردو میں پیش کیا جاتا ہے:

"تو ہی میرا علم ہے، تو ہی میرا دھرم ہے، تو ہی میرا باطن ہے، تو ہی میرا مقصد، تو ہی جسم کے اندر کی جان ہے، تو بازوؤں کی قوت
دلوں کے اندر تیری حقیقت ہے، تیری ہی محبوب مورتی ہے، ایک ایک مندر میں تو درگا، دس مسلح ہاتھوں والی، تو ہی کملا ہے، کمل کے پھول کی بہار، تو ہی پانی ہے، علم سے بہرہ ور کرنے والی، میں تیرا غلام ہوں اچھے پانی، غلام ہوں، غلام کے غلام کا غلام ہوں، اچھے پانی، اچھے پھول والی میری ماں میں تیرا بندہ ہوں، میں بھارت ماتا کی وندنا کرتا ہوں"۔ (تکبیر مسلسل، مجموعہ خطبات دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش: از ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی: ص ۱۱۴)

آگے بڑھنے سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ دستور ہند کی دفعہ (۳) اور (۲۸) کے تحت قومی ترانے یا قومی گیت پڑھنے اور سننے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا ہے اور سپریم کورٹ نے بھی اپنے ایک فیصلہ میں واضح کیا ہے کہ قومی ترانہ سننے کے لئے کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، اس لئے لوک سبھا کی اسپیکر میرا کمار کو مولانا برق سے جواب طلب کرنے، نوٹس دینے، سرزنش کرنے اور معذرت طلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ الٹا اسپیکر اور ان کی تائید کرنے والوں پر توہین عدالت کا مقدمہ دائر کیا جاسکتا ہے، اور ملک بھر میں جہاں جہاں تعلیمی اداروں اور دیگر اداروں میں کسی کو ایسے گیت پڑھنے پر مجبور کیا جائے تو دستور کی ان دفعات کا حوالہ دے کر انھیں اس عمل سے روکا جاسکتا ہے، مسلمانوں کو اس طرح کی صورت حال اور ایسے بے ہودہ بیانات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسے اداروں اور افراد کے خلاف قانونی چارہ جوئی کریں، اور عدالت عالیہ کے واسطے سے اس مسئلہ کی اتنی پبلسٹی کرائیں کہ عام طور لوگوں کو مسلمانوں کا صحیح موقف اور قانونی صورت حال کا اندازہ ہوجائے، اور پھر دوسرے لوگ آئندہ اس طرح کی جرأت نہ کرسکیں۔

وصی سلیمان ندوی

دعوت دین

دعوت دین کے موضوع پر
معیاری لٹریچر کی ضرورت

مولانا محمد کلیم صدیقی

بے نہایت حمد وثنا ہے اس کریم رب اور رحمٰن ورحیم پالن ہار کی، جس نے بلا استحقاق اور بلا طلب ہمیں اسلام جیسا دین اپنی سب سے بڑی نعمت اور رحمٰن ورحیم صفت کے مظہر کے طور پر عطا فرمایا، اور کروڑوں درود وسلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اس محسن نبی رحمۃ للعالمین اور آپ کی آل و اصحاب پر جس کی ختم نبوت کے صدقہ میں ہمیں مولائے کریم نے خیر امت کا عظیم منصب عطا فرمایا، یہ دین حنیف ایسا دین رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو مکمل کیا تو آخری حج کے موقع پر نبی ﷺ کے واسطہ سے ہم پر یہ کہہ کر احسان جتایا کہ:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ’آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کیا تو اپنی نعمتوں کا بھی اتمام کردیا، اور اسلام کو دین کے طور پر میں نے تمہارے لئے پسند (اور منتخب) کیا‘

یہ دین اللہ کا پسندیدہ اور منتخب دین ہے، جس کو عطا فرما کر رب کریم نے اپنی نعمتوں کا بھی اتمام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خالق و مالک ہیں، پیدا کرنے والے اور بنانے والے سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ ہم نے اپنی مخلوق کو کیسا بنایا ہے، اس کی ضروریات اور تقاضے کیا ہیں، اس کا مزاج اور فطرت کیا ہے، کیا چیزیں اس کے لئے ضروری ہیں اور کیا چیزیں مضر اور مہلک ہیں، کیا چیزیں اس کی اولین ضروریات ہیں اور کیا ثانوی ہیں، کیا احکام اس کے لئے زیادہ ضروری ہیں اور کیا احکام اس سے کم ضروری ہیں، ہمارے خالق و مالک رب کریم کے علم میں ہے کہ سارے احکامات اور قوانین کا نفاذ ایک ساتھ انسانی فطرت پر بار ہوگا اور انسانی فطرت کے لئے تدریج وترتیب ضروری ہے، اس لئے اس کا لحاظ فرما کر اللہ تعالیٰ نے دین فطرت اور دین رحمت اسلام کو اپنے نبی رحمت ﷺ کے ذریعہ سے، رفتہ رفتہ، تدریج اور ترتیب سے نافذ فرمایا، یہ تدریج اور ترتیب اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ومنتخب اور انسانی فطرت ومزاج اور تقاضوں کے عین مطابق ہے، رسول اللہ ﷺ صرف اس کو پہنچانے والے اور بتانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ کے صدقہ میں اپنے علم و حکمت کے تحت انسانی فطرت، مزاج اور تقاضوں کا لحاظ کرتے ہوئے دعوت کو اس امت کے ذمہ سب سے پہلے فرض کیا، تو علیم و حکیم رب نے اس دنیا میں پھیلی ہوئی جہالت اور اندھیروں کا علاج بھی فرمایا اور اس دین کی حفاظت کا انتظام بھی فرمایا۔

اقرأ سے شروع ہونے والا یہ دین اسلام، جو جاہلیت کے خاتمہ کے لئے آیا تھا، جس کو لے کر نبی معلم ﷺ جاہلیت کو اپنے قدموں کے نیچے روندنے کے لئے آئے تھے، اس کا مزاج صد فیصد علمی بنایا، اور علم کی صفت یہ ہے کہ وہ صرف نقل سے محفوظ رہتا ہے، آج کے ماہرین تعلیم کا ماننا ہے کہ تدریس سیکھنے کا بہترین راستہ ہے، وہ علم جو پڑھانے اور سکھانے کے لئے سیکھا جائے اس سے کہیں زیادہ محفوظ اور پختہ یاد ہوتا ہے جو صرف سیکھنے کی نیت سے یاد کیا جائے۔ دنیا کے ماہرین تعلیم کا ماننا ہے کہ علم صرف تدریس سے ہی پختہ ہوتا ہے، سنت اللہ بھی یہی ہے کہ اس دنیا میں جتنی مفید چیزیں ہیں ان کی بقا اور صحت کے لئے ان کا جاری رہنا ضروری ہے، روک کر رکھنے سے ان میں تعفن اور خراب بو پیدا ہو جاتی ہے، ہوا انسان کے لئے بلکہ اس دنیا کے لئے کتنی ضروری ہے، جاری رہے گی تو تر و تازہ رہے گی، رکنے سے تعفن پیدا ہوجائے گا، پانی کیسی ضروری چیز ہے، دنیا کی ہر گندگی اس سے صاف اور پاک ہو جاتی ہے، لیکن اگر وہ رک جائے تو متعفن اور خراب ہوجاتا ہے، خون انسان کے لئے کتنا ضروری ہے، یہ اگر

جاری نہ رہے اور رک جائے تو جم کر زہر بن جاتا ہے، اسی طرح علم انسان کی اولین ضرورت ہے، کہ ہر کام کو کرنے کے لئے جاننا اور سیکھنا ضروری ہے، یہ بھی رک اگر جائے تو غیر مفید بلکہ آلودہ ہوجائے گا، اس لئے اس دین رحمت کو محفوظ اور تروتازہ رکھنے کے لئے سب سے پہلے دعوت کو فرض قرار دیا۔

دعوت کو اولین فریضہ قرار دینا ہی اس دنیا کی ساری خرابیوں اور اندھیروں کا علاج ہے، قرآن مجید نے دین اسلام کو نور اور باطل کے جتنے نظریات اور مذاہب ہیں ان کو ظلمات کہا ہے، روشنی ابھی تک معلوم چیزوں میں سب سے زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے، اور اندھیروں کی کوئی رفتار نہیں ہوتی، اندھیرے خالی جگہ بھرتے ہیں، خالی جگہ کائنات میں رہتی نہیں، خلا ہوتا ہے تو وہ بھر جاتا ہے، اندھیرے پھیلتے نہیں صرف خالی جگہ بھرتے ہیں اور اندھیروں کا علاج صرف یہ ہے کہ روشنی جن کے پاس ہے وہ روشنی پھیلائیں، قرآن مجید کا فرمان ہے:

جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل تو مٹنے کیلئے ہی ہے

کفر وشرک اور باطل نظریات و مذاہب کی خرابیوں کا علاج یہ ہے کہ حق والے حق کی دعوت کا کام کر کے حق پھیلائیں، اس لئے اپنے دین کی تکمیل کے ساتھ رب کریم نے نبی ﷺ پر ختم نبوت کا اعلان فرما کر، اس امت کو خیر امت کا منصب عطا فرما کر دعوت کو اس کا اولین منصبی فریضہ قرار دیا، اور اپنے نبی کے واسطے سے جو ابدی منشور عطا فرمایا، اس کو کتاب ہدایت فرمایا، اور **هدی للناس** اس کا موضوع قرار دیا، اس کتاب ہدایت کے نور کو نبی ﷺ کی نیابت میں **بلغ ما انزل الیک من ربک** (جو آپ کی جانب نازل کیا گیا ہے اسے پہنچایئے) کی تعمیل میں تبلیغ کا فریضہ اس امت کے خیر القرون میں جب افراد امت نے ادا کیا تو وہ محیر العقول طور پر دنیا کے اندھیروں کو منور کرتے چلے گئے اسلام کے اس پھیلاؤ اور اس کے ساتھ اسلامی حکومت کے پھیلاؤ کی وجہ سے امت میں داخلی مسائل اور ضروریات اور ان کی اصلاح وتربیت کی طرف خواص امت اور علماء کی توجہات کی وجہ سے شاید **هدی للناس** کا موضوع خواص امت کی توجہ کا خاطر خواہ مرکز نہیں رہا، اس کی وجہ سے مختلف زاویہ نگاہ اور تقاضوں کے لحاظ سے کتاب ہدایت کی حیرت ناک حد تک لاتعداد تفسیروں کے باوجود (کہ دنیا کی کسی کتاب کی اتنی تفسیریں نہیں ملتیں) اسلامی کتب خانے میں ابھی تک ایسی ایک بھی تفسیر موجود نہیں جسے میدان دعوت میں کام کرنے والے لوگ کسی غیر مسلم کو دے کر مطمئن ہوجائیں، کہ ہم نے مخاطب کی زبان، اس کے عقیدہ و معاشرت اور اس کی عقل کے مطابق قرآن مجید کو اس تک پہنچا دیا ہے، اسی طرح **قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا** (اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں) فرمانے والے رسول اور **کافة للناس بشیرا و نذیرا** کے منصب پر فائز ہونے والے نبی کی سیرت پاک کا بھی حال ہے۔

رب کریم جزائے خیر عطا فرمائیں ان محسن فقہائے کرام کو جنھوں نے ہم خاندانی مسلمانوں کے لئے چھوٹے چھوٹے سے مسائل کو کتنی جفاکشی اور قربانیوں کے بعد حل کر کے حد درجہ مدون شکل میں مرتب فرمایا، کہ چھوٹے چھوٹے کاروباری مسائل میں ہمیں مکمل رہنمائی میسر آجاتی ہے، اس کے باوجود میدان دعوت میں کام کرنے والوں کیلئے پیش آنے والے مسائل پر مدون ومرتب کوئی کتاب باقاعدہ اتنے بڑے ذخیرہ میں دکھائی نہیں دیتی ہے۔

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ کسی بھی سلسلہ میں دینی اور فقہی رہنمائی وہی فقہاء اور علماء تسلی بخش کر سکتے ہیں جو اس میدان کار کے نشیب وفراز سے واقفیت رکھتے ہوں، میدان دعوت میں کام کرنے والے لوگ اپنی مشکل میں جب ان فقہاء سے رجوع کرتے ہیں جو میدان دعوت کے عملی نشیب وفراز سے واقف نہیں ہوتے تو وہ ایسی فقہی رائے دیتے ہیں جو کام کرنے والوں اور دسترخوان اسلام پر آنے والے ان نووارد مسلمانوں کے لئے بڑی مشکلیں کھڑی

کر دیتی ہیں، اور بعض مرتبہ دعوتی راہوں کو مسدود کر دیتی ہیں۔

یہ دور علم و عقل کا ہے، علم و عقل کی میزان پر ہر چیز کو پرکھنے والی انسانی ذہنیت اور فطرت کو اسلام کے علاوہ کوئی دین مطمئن نہیں کر سکتا، باطل نظریات اور مادیت پرستی کے اندھیروں میں بلکتی، سسکتی اور پیاسی انسانیت کو اسلام کے دامن کے علاوہ کہیں سکون اور پناہ ملنا ناممکن ہے، ذرائع ابلاغ کی کثرت اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے قرآن کریم کو لوگوں کی بستر تک پہنچا دیا ہے، دعوت دین کے منصبی اور اولین فریضہ سے ہماری غفلت کے باوجود اسلام کے خلاف روز روز کے پروپیگنڈہ نے اسلام کے لئے لوگوں میں تجسس اور جاننے کی طلب پیدا کر دی ہے، اس کے نتیجہ میں پوری دنیا میں بڑی تعداد میں لوگ مشرف باسلام ہو رہے ہیں، دستر خوان اسلام پر آنے والے ان نو وارد مسلمانوں کے، جن کو غیر شرعی اصطلاح میں نو مسلم کہا جاتا ہے، نئے نئے مسائل پیش آتے ہیں جن کے لئے میدان دعوت میں پیش آنے والے عملی نشیب و فراز سے ناواقف، غیر دعوتی ذہن رکھنے والے فقہاء سے رہنمائی حاصل کی جائے تو پھر ان کی رہنمائی کام میں معاون ہونے اور مسائل حل کرنے کے بجائے کام میں مشکلات پیدا کر دیتی ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی ایسا فقیہ جس کو راہ دعوت میں پیش آنے والے عملی نشیب و فراز سے بھی واقفیت ہو اور وہ قرآن و سنت اور منشأ شریعت سے بھی اچھی واقفیت رکھتا ہو اس راہ میں آنے والے مسائل کو مدون اور جمع کرے۔

رب کریم پوری امت اور داعیان امت کی طرف سے اپنی شایان شان اجر عطا فرمائیں ہمارے مخدوم داعی اور فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کو، جنھیں اللہ تعالی نے اس طرح کے مسائل اور ضروریات کے سلسلہ میں برصغیر میں سند کا مقام عطا فرمایا ہے اور دعوت کی اہمیت اور ضرورت کے لئے دردمندی کے ساتھ میدان دعوت میں خود، اپنے تلامذہ اور خدام کی بڑی جماعت کے واسطہ سے پیش آمدہ مسائل سے اور دعوت کے عملی میدان میں پیش آنے والے نشیب و فراز سے گہری واقفیت بھی عطا فرمائی ہے، کہ انھوں نے المعہد العالی میں اس موضوع پر کام کرنے والے نوجوان عمر اور جواں عزم علماء میں موزوں ترین باصلاحیت اور صالح عالم عزیز القدر مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی پھلتی کو اس کام کے لئے منتخب فرمایا اور خود بنفس نفیس اپنی خاص دل چسپی سے کام کی نگرانی فرمائی، انھوں نے یہ مجموعہ نومسلموں کے پیش آمدہ مسائل کے فقہی حل کے لئے مرتب کیا ہے، عزیزی مفتی محمد عاشق جو حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ناتھالی خاندان میں، حضرت شاہ صاحب کے محرم راز برادر نسبتی، اور شاہ صاحب کے صاحب زادوں کے استاذ حضرت شاہ محمد عاشق پھلتیؒ کے خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں، انھوں نے نہ صرف جامعہ امام ولی اللہ پھلت کے دوران تعلیم میدان دعوت میں پیش آنے والے مسائل کی تربیت حاصل کی ہے، بلکہ انھوں نے باقاعدہ علماء کے لئے منعقد ہونے والے ہمارے یہاں کے سہ ماہی تربیتی نظام میں تربیت حاصل کر کے عملی طور پر میدان دعوت کے نشیب و فراز سے واقفیت حاصل کی ہے، اس کے ساتھ انھوں نے حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہم کی صحبت میں ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے، خصوصاً ان کی سرپرستی اور رہنمائی میں یہ مبارک کام انجام دیا ہے، اس طرح دعوت ان کے لئے قال نہیں بلکہ حال ہے اس لئے اب یہ کام بڑی اہمیت کا حامل اور قابل قدر بن گیا ہے۔

رب کریم کا شکر ہے کہ ان کی یہ نادر کوشش افادہ عام کے لئے منظر عام پر آرہی ہے، اور المعہد العالی کی سرپرستی میں، شاہ ولی اللہ اکیڈمی (پھلت) کو اس کی اشاعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے، یہ حقیر اس کوشش پر عزیز القدر مفتی محمد عاشق سلمہ اللہ تعالی، وزادہ علما وشرفا کو اس سعادت پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہے اور بدل و جان رب کرم کے حضور دعا گو ہے کہ اللہ تعالی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں خاص قبولیت عطا فرما کر سعادت دارین کا ذریعہ بنائے اور مفتی صاحب موصوف کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔

الشیخ ڈاکٹر محمد مصطفی اعظمی قاسمی اور ان کی خدمات حدیث

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض)
najeebqasmi@yahoo.com

احادیث کو عربی زبان میں سب سے پہلے کمپیوٹرائز کرنے والی شخصیت، جس کو حدیث کی خدمات پر ۱۹۸۰ء میں کنگ فیصل عالمی ایوارڈ ملا اور جس نے مستشرقین (خاص کر Joseph Schacht، Ignac Goldziher اور David Margoliouth) کے قرآن وحدیث کی تدوین پر اعتراضات کے مدلل جوابات میں انگریزی وعربی زبان میں متعدد کتابیں تصنیف کیں، جس کو عصر حاضر میں شرق وغرب میں علم حدیث کی اہم ومستند شخصیت تسلیم کیا گیا ہے۔

آپ کی پیدائش ۱۹۳۰ء (۱۳۵۰ھ) کے آس پاس اتر پردیش کے مردم خیز علاقہ مئو (اعظم گڑھ) میں ہوئی۔ برصغیر کی معروف علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۵۲ء (۱۳۷۲ھ) میں فراغت حاصل کی۔ ازہر الہند دارالعلوم دیوبند سے علوم نبوت میں فضیلت کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد دنیا کے معروف اسلامی ادارہ جامعہ ازہر، مصر سے ۱۹۵۵ء میں "شہادۃ العالمیۃ مع الاجازۃ بالتدریس" (MA) کی ڈگری حاصل کی اور وطن عزیز واپس آگئے۔ ۱۹۵۵ء میں ملازمت کی غرض سے قطر چلے گئے اور وہاں کچھ دنوں غیر عربی داں حضرات کو عربی زبان کی تعلیم دی، پھر قطر کی پبلک لائبریری میں لائبریرین کی حیثیت سے فرائض انجام دئے۔ اس دوران آپ نے اپنے علمی ذوق وشوق کی بنیاد پر متعدد قیمتی مخطوطات پر بھی کام کیا۔

۱۹۶۴ء میں قطر سے لندن چلے گئے اور ۱۹۶۶ء میں دنیا کی معروف یونیورسٹی Cambridge, London سے جناب A.J.Arberry اور جناب Prof.R.B.Serjeant کی سرپرستی میں Studies in Early Hadith Literature کے موضوع پر Ph.D کی۔ مذکورہ موضوع پر انگریزی زبان میں Thesis پیش فرماکر Cambridge University سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری سے سرفراز ہونے کے بعد آپ دوبارہ قطر تشریف لے گئے اور وہاں قطر پبلک لائبریری میں ڈائرکٹر کی حیثیت سے مزید دوسال یعنی ۱۹۶۸ء تک کام کیا۔

۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۳ء تک جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ میں مساعد پروفیسر کی حیثیت سے ذمہ داری بخوبی انجام دی۔

۱۹۷۳ء سے ریٹائرمنٹ یعنی ۱۹۹۱ء تک کنگ سعود یونیورسٹی میں مصطلحات الحدیث کے پروفیسر کی حیثیت سے علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔

۱۹۶۸ء سے ۱۹۹۱ء تک مکہ مکرمہ اور ریاض میں آپ کی سرپرستی میں بے شمار حضرات نے حدیث کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ کی۔ اس دوران آپ سعودی عرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں علم حدیث کے ممتحن کی حیثیت سے متعین کئے گئے، نیز مختلف تعلیمی وتحقیقی اداروں کے ممبر بھی رہے۔

۱۹۸۰ء (۱۴۰۰ھ) میں مندرجہ ذیل خدمات کے پیش نظر آپ کو کنگ فیصل عالمی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا۔

۱) آپ کی کتاب "دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ" جوکہ انگریزی زبان میں تحریر کردہ آپ کی Thesis کا بعض اضافات کے ساتھ عربی میں ترجمہ ہے، جس کا پہلا ایڈیشن کنگ سعود یونیورسٹی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب میں آپ نے مضبوط دلائل کے ساتھ احادیث نبویہ کا دفاع کرکے تدوین حدیث کے متعلق مستشرقین کے اعتراضات کے بھرپور جوابات دئے ہیں۔

۲) صحیح ابن خزیمہ جو حدیث کی صحیح بخاری وصحیح مسلم کے علاوہ احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے، عصر حاضر میں چار جلدوں میں اس کی اشاعت آپ کی تخریج وتحقیق کے بعد ہی دوبارہ ممکن ہوسکی، اس کے لئے آپ نے مختلف ممالک کے سفر کئے۔

۳) احادیث نبویہ کو عربی زبان میں سب سے پہلے کمپیوٹرائز کرکے آپ نے حدیث کی وہ عظیم خدمت کی ہے کہ آنے والی نسلیں آپ کی اس اہم خدمت سے استفادہ کرتی رہیں گی۔ ان شاء اللہ یہ عمل آپ کے لئے صدقۂ جاریہ بنے گا۔

اس طرح ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی دنیا میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کی عربی عبارتوں کو کمپیوٹرائز کیا۔ غرضیکہ منتسبین مکتب فکر دیوبند کو فخر حاصل ہے کہ جس طرح احادیث کو پڑھنے وپڑھانے، کتب حدیث کی شروح تحریر کرنے اور حجیت حدیث اوراس کے دفاع میں سب سے زیادہ کام ان کے علماء نے کیا ہے، اسی طرح احادیث نبویہ کو کمپیوٹرائز کرنے والا پہلا شخص بھی فاضل دارالعلوم دیوبند ہی ہے جس نے قرآن وحدیث کی تعلیم وتعلم سے کامیابی کے وہ منازل طے کئے جو عموماً لوگوں کو کم میسر ہوتے ہیں۔ یا اللہ! موصوف کو مزید نافع علم عطا فرما اور آخرت میں بھی امتیازی کامیابی عطا فرما، آمین، ثم آمین۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب نے کتب حدیث کی تخریج وتحقیق، ان پر تعلیقات، اپنی نگرانی میں ان کی اشاعت اور قرآن وحدیث کی تدوین کے متعلق مستشرقین کے اعتراضات کے مدلل جوابات انگریزی وعربی زبان میں پیش کرکے دین اسلام کی ایسی عظیم خدمت پیش کی ہے کہ ان کی شخصیت صرف ہندوستان یا سعودی عرب تک محدود نہیں ہے بلکہ دنیا کے کونے کونے سے ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے، حتی کہ اسلام مخالف قوتوں نے بھی آپ کی علمی حیثیت کو تسلیم کیا ہے۔ غرضیکہ عصر حاضر میں شیخ الحدیث مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۵ء-۱۹۳۳ء) کے شاگرد رشید محدث کبیر شیخ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (۱۹۰۱ء-۱۹۹۵ء) کے بعد شیخ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے جنہوں نے متعدد کتب حدیث کے مخطوطات پر کام کرکے احادیث کے ذخیرہ کو امت مسلمہ کے ہر خاص وعام کے پاس پہنچانے میں اہم رول ادا کیا شیخ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے بھی تقریباً گیارہ احادیث کی کتابوں کی تخریج وتحقیق کے بعد ان کی اشاعت کروائی تھی۔

ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے سعودی نیشنلٹی حاصل ہونے کے باوجود اپنے ملک، علاقہ اور اپنے ادارہ سے برابر تعلق رکھا ہے، تقریباً ہر سال ہی اپنے وطن کا سفر کرتے رہے ہیں، اپنے علاقہ کے لوگوں کی فلاح وبہبود کے لئے متعدد کام کرواتے رہے ہیں۔ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ سے قبل تقریباً چھ ماہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں تعلیم حاصل کی ہے، نیز آپ تقریباً ایک سال علیگڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھی زیر تعلیم رہے ہیں۔ آپ کے تین بچے ہیں، بیٹی فاطمہ مصطفیٰ اعظمی امریکہ سے M.Com اور Ph.D کرنے کے بعد کنگ سعود یونیورسٹی میں مساعد پروفیسر ہیں۔ بڑے صاحبزادے عقیل مصطفیٰ اعظمی امریکہ سے Engineering پھر Master in Engnireering اور Ph.D کرنے کے بعد کنگ سعود یونیورسٹی میں مساعد پروفیسر ہیں، چھوٹے بیٹے جناب انس مصطفیٰ اعظمی دیوان المظالم میں ہیں۔

☆ اس کے علاوہ کنگ خالد بن عبدالعزیزؒ نے آپ کی عظیم خدمات کے پیش نظر ۱۹۸۲ء میں آپ کو Medal of Merit, First Class سے سرفراز فرمایا۔

سعودی نیشنلٹی:

۱۹۸۱ء (۱۴۰۱ھ) میں حدیث کی گرانقدر خدمات کے پیش نظر آپ کو سعودی نیشنلٹی عطا کی گئی۔

دیگر اہم ذمہ داریاں:

- Chairman of the Dept. of Islamic

Studies, College of Education, King Saud University.

- Visiting Scholar at the University of Michigan, Ann Arbor, Michigan (1981-1982).
- Visiting Fellow of St. Cross College, Oxford, England, during Hilary term (1987).
- Visiting Scholar at the University of Colorado, Boulder, Colorado, USA (1989-1991).
- King Faisal Visiting Professor of Islamic Studies at Princeton University, New Jersy (1992).
- Member of Committee for promotion, University of Malaysia.
- Honorary Professor, Department of Islamic Studies, University of Wales, England.

علمی خدمات:

آپ کی علمی خدمات کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

۱) Studies in Early Hadith Literature: یہ کتاب دراصل ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب کی Ph.D کی Thesis ہے جو انگریزی زبان میں تحریر کی گئی تھی جس کا پہلا اڈیشن بیروت سے ۱۹۶۸ء میں شائع ہوا، دوسرا اڈیشن ۱۹۷۸ء اور تیسرا اڈیشن ۱۹۸۸ء میں امریکہ سے شائع ہوا اور اس کے بعد متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور الحمد للہ یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ اس کا ۱۹۹۳ء میں ترکی زبان میں اور ۱۹۹۴ء میں انڈونیشی اور اردو زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ مشرق ومغرب کی متعدد یونیورسٹیوں میں یہ کتاب نصاب میں داخل ہے۔

۲) **دراسات فی الحدیث النبوی وتاریخ تدوینہ:** موصوف نے انگریزی زبان میں تحریر کردہ اپنی Thesis میں بعض اضافات فرما کر خود عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے، جو ۷۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، جس کا پہلا اڈیشن کنگ سعود یونیورسٹی نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا تھا۔ اس کے بعد ریاض وبیروت سے متعدد اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ان دونوں مذکورہ انگریزی وعربی کتابوں میں مستند دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تدوین حدیث کا آغاز حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں ہی ہو گیا تھا، نیز اس دعوہ کو غلط ثابت کیا گیا ہے کہ تدوین حدیث کا آغاز دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ہوا تھا۔

۳) **منہج النقد عند المحدثین نشاتہ،تاریخہ:** اس کتاب میں موصوف نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ محدثین کرام نے احادیث کے علمی ذخیرہ کو صحیح قرار دینے کے لئے جو اسلوب اختیار کیا ہے اس کی کوئی نظیر حتی کہ ہمارے زمانہ میں بھی نہیں ملتی ہے۔ نیز اس کتاب میں تدوین حدیث کے ابتدائی دور میں محدثین کے حقیقی طریق کار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور ۲۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا پہلا اڈیشن ۱۹۷۵ء میں ریاض سے، دوسرا اڈیشن ۱۹۸۲ء میں ریاض سے اور تیسرا اڈیشن ۱۹۸۳ء میں ریاض سے شائع ہوئے ہیں، اس کے بعد بھی اس کتاب کے شائع ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ کتاب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی اہم کتاب ہے۔

۴) **کتاب التمییز للامام مسلم:** امام مسلمؒ کی

اصول حدیث کی مشہور کتاب التمییز آپ کی تحقیق وتخریج کے بعد شائع ہوئی۔

۵) Studies in Hadith Methodology and Literature: اس کتاب میں حدیث کے طریق کار سے بحث کی گئی ہے تاکہ احادیث کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ نیز مستشرقین نے جو شبہات پیدا کردئے تھے ان کا ازالہ کرنے کی ایک بہترین کوشش ہے۔ مصنف نے اس کتاب کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے پہلے حصہ میں احادیث کے طریق کار سے بحث کی گئی ہے جبکہ دوسرے حصہ میں حدیث کے ادبی پہلو کو صحاح ستہ اور دوسری کتب حدیث کی روشنی میں اجاگر کیا ہے۔ یہ کتاب انگریزی داں اصحاب کے لئے علوم وادب حدیث کے مطالعہ کا اہم ذریعہ ہے جو مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔ کتاب کا پہلا اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء میں امریکہ سے، تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں امریکہ سے شائع ہوا۔ اس کے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

۶) The History of the Quranic Text from Revelation to Compilation: یہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی کی بہترین تصانیف میں سے ایک ہے جس میں قرآن کریم کی تدوین کی تاریخ، مستند دلائل کے ساتھ ذکر فرمائی ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں کی تدوین سے قرآن کریم کی تدوین کا مقارنہ فرما کر قرآن کریم کی تدوین کے محاسن وخوبیوں کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز اسلام مخالف قوتوں کو دلائل کے ساتھ جوابات تحریر کئے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ قرآن کریم کا حتمی نسخہ تیار کرنے کے لئے طریق کار پر بھی مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۳ء میں انگلینڈ سے، دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۸ء میں دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد سعودی عرب، ملیشیا، کناڈا اور کویت سے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

ابھی تک اس اہم کتاب کا عربی یا اردو زبان میں ترجمہ تحریر نہیں ہوا ہے۔ مولانا کی صحت اب مزید علمی مشغلہ سے مانع بن رہی ہے، انہوں نے ۸ فروری ۲۰۱۳ء کو میری ملاقات کے دوران اس عظیم کتاب کے اردو یا ہندی میں ترجمہ کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ یہ کتاب تقریباً ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

۷) On Schacht's Origins of Muhammadan Jurisprudence: مشہور ومعروف مستشرق "شاخت" کی کتاب کا تنقیدی جائزہ اور فقہ اسلامی کے متعلق اس کے ذریعہ اٹھائے گئے اعتراضات کے مدلل جوابات پر مشتمل ایک اہم تصنیف ہے جو مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔ یہ کتاب ۲۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء میں نیویارک سے، دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۶ء میں انگلینڈ سے شائع ہوا ہے۔ اسکے بعد متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں اور سلسلہ برابر جاری ہے۔ یہ کتاب دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں داخل ہے۔ ۱۹۹۶ء میں اسکاتر کی زبان میں ترجمہ شائع ہوا۔ عربی زبان میں ترجمہ اور اردو میں ملخص طباعت کے مرحلہ میں ہے۔

۸) **اصول الفقه المحمدی للمستشرق شاخت (دراسة نقدية)** یہ ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب کی انگریزی زبان میں تحریر کردہ کتاب کا عربی ترجمہ ہے جو ڈاکٹر عبدالحکیم مطرودی نے کیا ہے، جو ابھی تک شائع نہیں ہوسکا ہے۔

۹) کتاب النبی ﷺ: اس کتاب میں نبی اکرم ﷺ کی جانب سے لکھنے والے صحابۂ کرام کا تذکرہ ہے۔ مؤرخین نے عموماً ۴۰-۴۵ کاتبین نبی کا ذکر فرمایا ہے لیکن ڈاکٹر اعظمی صاحب نے ۶۰ سے زیادہ کاتبین نبی ﷺ کا ذکر تاریخی دلائل کے ساتھ فرمایا ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں دمشق سے اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۸ء میں بیروت سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں ریاض

سے شائع ہوا ہے۔اس کے بعداس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔اس کتاب کاانگریزی ترجمہ جلدی ہی شائع ہوا ہے۔

۱۰) **المحدثون من الیمامة الی ۲۵۰ هجری تقریباً**: ابتدائے اسلام سے اب تک عالم اسلام کے تمام شہروں کے محدثین کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے مگر مصنف نے الیمامہ کے محدثین کا تذکرہ اس کتاب میں کیا ہے۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۹۴ء میں بیروت سے شائع ہوا ہے۔

۱۱) مؤطا امام مالک: آپ کی تخریج وتحقیق کے بعد اس اہم کتاب کی ۸ جلدوں میں اشاعت ہوئی۔ یہ حدیث کی مشہور ومعروف کتاب ہے جوامام مالکؒ نے تصنیف فرمائی ہے، بخاری ومسلم کی تحریر سے قبل یہ کتاب سب سے معتبر کتاب تسلیم کی جاتی تھی۔ آج بھی اسے اہم مقام حاصل ہے۔ مؤسسۃ زاید بن سلطان آل نہیان، ابوظبی نے اس کی اشاعت کی ہے۔آپ نے مؤطا مالک کے راویوں پر بھی کام کیا ہے جن کی تعداد آپ کی تحقیق کے مطابق ۱۰۵ ہے۔

۱۲) صحیح ابن خزیمہ: صحیح ابن خزیمہ جو حدیث کی صحیح بخاری وصحیح مسلم کے علاوہ احادیث صحیحہ پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے ہی حدیث کی اس نایاب کتاب کو تلاش کیا جس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ یہ ضائع ہوچکی ہے، اس طرح حدیث کی یہ اہم کتاب موصوف کی تخریج وتحقیق کے بعد ہی دوبارہ شائع ہوسکی۔ اس کی چار جلدیں ہیں، پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں بیروت سے، تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۲ء میں ریاض سے اور تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۳ء میں بیروت سے اور اس کے بعد بے شمار ایڈیشن مختلف اداروں سے شائع ہوئے اور ہورہے ہیں۔

۱۳) **العلل لعلی بن عبداللہ المدینی** : آپ کی تحقیق وتعلیق کے بعد اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۲ء میں اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۷۴ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد سے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔

۱۴) سنن ابن ماجہ: حدیث کی اس اہم کتاب کی آپ نے تخریج وتحقیق کرنے کے بعد اس کو کمپیوٹرائز کرکے چار جلدوں میں ۱۹۸۳ء میں ریاض سے شائع کرایا، احادیث کو کمپیوٹرائز کرنے کا سلسلہ آپ نے کسی حد تک CambridgeUniversity میں Ph.D کے دوران شروع کردیا تھا۔

۱۵) سنن کبریٰ للنسائی: آپ نے ۱۹۶۰ء میں اس کے مخطوطہ کو حاصل کرکے اسکی تخریج وتحقیق کے بعد اشاعت فرمائی۔

۱۶) **مغازی رسول اللہ ﷺ لعروة بن زبیر بروایة ابی الاسود** : مشہور ومعروف تابعی حضرت عروہ بن زبیرؒ (ولادت ۲۳ھ) کی سیرت پاک کے موضوع پر تحریر کردہ سب سے پہلی کتاب (مغازی رسول اللہ ﷺ) ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی صاحب نے اپنی تخریج وتحقیق اور تنقید کے بعد شائع کی۔اس کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ یہ کتاب اس بات کی علامت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے فوراً بعد سیرت نبوی پر لکھنا شروع ہوگیا تھا۔ ادارۂ ثقافت اسلامیہ، پاکستان نے اس کتاب کا اردو ترجمہ کرکے ۱۹۸۷ء میں شائع کیا ہے،اس کتاب کا انگریزی زبان میں تعارف طباعت کے مرحلہ میں ہے۔اصل کتاب (عربی زبان میں) کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں ریاض سے شائع ہوا ہے۔

۱۷) صحیح بخاری کا مخطوطہ: متعدد علماء کے حواشی کے ساتھ ۴۲۵ھ میں تحریر کردہ صحیح بخاری کا مخطوطہ جو ۱۹۷۷ء میں استنبول سے حاصل کیا گیا،موصوف کی تحقیق کے بعد طباعت کے مرحلہ میں ہے

غرض ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی قاسمی صاحب نے حدیث کی ایسی عظیم خدمات پیش فرمائی ہیں کہ ان کی حدیث کی خدمات کا اعتراف عالم اسلامی ہی میں نہیں بلکہ مستشرقین نے بھی آپ کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔**الھم زد فزد**۔موصوف کی اکثر کتابیں انٹرنیٹ پر FreeDownload کے لئے مہیا ہیں۔

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی کا طریقہ دعوت

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب
بانی وناظم جامعہ فاروقیہ وصدر وفاق المدارس، پاکستان (کراچی)

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب، حضرت محترم مولانا علی میاں ندوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہیں، انھوں نے سلسلہ تصوف و احسان میں علی میاں سے بھر پور استفادہ کے ساتھ حضرت علی میاں کی خاص فکر سے بھی خوب استفادہ کیا ہے، علی میاں امت کی فلاح ونجات کے لئے زندگی بھر مسلسل کوشش فرماتے رہے، مولانا محمد کلیم صدیقی کو حضرت علی میاں کی اس فکر سے خوب خوب حصہ ملا ہے، چنانچہ مولانا محمد کلیم صدیقی دامت برکاتھم نے پہلے مشرقی پنجاب میں اپنی مساعی کا آغاز کیا، وہاں مساجد کی واگزاری، اور مرتدین کی اسلام کی طرف واپسی کے لئے تن تنہا بغیر کسی جماعت ساتھ لئے کام شروع کیا اس عمل کی برکت سے جہاں مذکورہ بالا مقاصد میں کامیابی حاصل ہوئی وہیں پشتینی کفار ومشرکین کی ایک بڑی جماعت کو بھی اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے کا فائدہ ہوا، اور پھر یہ مولانا موصوف کی تحریک ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پہنچ گئی، جس کے نتیجہ میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں غیر مسلم اصحاب علم و دانش افراد استفادہ کررہے ہیں۔ (نسیم ہدایت)

مولانا موصوف کا کفار کے لئے طریقہ دعوت

وہ فرمایا کرتے ہیں کہ ہم ایک ماں باپ کی اولاد ہیں (آدم وحوا) ہمارا آپ کے ساتھ خونی رشتہ ہے، نبی پاک ﷺ جس طرح ہمارے نبی ہیں اسی طرح آپ کے بھی نبی ہیں، قرآن پاک جس طرح ہماری رہنمائی کے لئے ہے، اسی طرح آپ کے لئے بھی ہے، اس کے ساتھ اپنا رسالہ ''آپ کی امانت آپ کی سیوا میں'' (ہندی) پڑھنے کے لئے عنایت فرماتے ہیں، یہ رسالہ مقناطیسی شان والا ہے، اس کو پڑھ کر آدمی کفر کی اندھیریوں سے نکل کر ایمان واسلام کے نورانی ماحول میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں مولانا کا تقاضا ہوتا ہے کہ فوراً کلمہ پڑھ لیں اور اسلام میں داخل ہوجائیں، مولانا کی مساعی وکوشش کے ذریعہ کفار کی بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوئی ہے، جس کی بے شمار تفصیلات (نسیم ہدایت کے جھونکے) میں ملاحظہ کی سکتی ہیں۔

اسلام قبول کرنے والوں کو حضرت مولانا عموماً چلہ لگانے کے لئے تبلیغی جماعت کے مرکز نظام الدین میں بھیج دیتے ہیں تاکہ ایمان پختہ ہو اور اسلامی زندگی گذارنے کی تربیت ہوجائے، جب کوئی آدمی اسلام قبول کرتا ہے تو مولانا اس کے اسلام کی حفاظت کے لئے قانونی کاروائی مکمل کرواتے ہیں، مولانا موصوف سے استفادہ کرنے والوں کو حکومت کی طرف سے کوئی مشکل پیش نہیں آتی لیکن یہ نومسلم اسلام قبول کرنے کی وجہ سے، اپنے خاندان کی طرف سخت اذیت اور تکلیف سے دوچار ہوتے ہیں مگر ثابت قدم رہتے ہیں، اور اہل خاندان کی اذیت وایذا رسانی کی پروا نہیں کرتے جس کے نتیجہ میں خود اہل خاندان مسلمان ہوجاتے ہیں، اس سلسلہ کی جملہ تفصیلات کے لئے نسیم ہدایت کا مطالعہ کافی وافی ہے۔

حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب اصطلاحی عام تو نہیں ہیں، لیکن ان کی تصانیف کے مطالعہ سے روز روشن کی طرح یہ واضح ہے کہ وہ علم وفضل کے بلند مقام پر فائز ہیں۔ خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ حضرت مولانا کی جملہ مساعی جمیلہ کو قبولیت سے سرفراز فرمائے، آمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

نشانِ راہ

بچے اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ بچے اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہیں، خود قرآن نے ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے، (الفرقان :۷۴) اور اللہ تعالیٰ نے دو اولوالعزم پیغمبروں حضرت ابراہیم اور حضرت زکریا علیہ السلام کے سلسلہ میں ذکر فرمایا، کہ انھوں نے خدا سے اولاد کے لئے دُعاء فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا، (الصافات:۱۰۰، مریم:۵) اس سے معلوم ہوا کہ بچوں کی خواہش انسان کی ایک فطری اور جائز خواہش ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے ان کو انسان کے لئے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنایا ہے، بچوں کے بغیر کسی خوبصورت اور جاذبِ قلب ونظر سماج کا تصور بھی ممکن نہیں

اسلام نے جیسے سماج کے مختلف طبقات کے حقوق اور واجبات متعین کئے ہیں، اسی طرح بچوں سے متعلق ان کے سرپرستوں اور سماج کے فرائض کی بھی رہنمائی کی ہے، بچوں سے متعلق اسلام کا پہلا سبق یہ ہے کہ انسان دُنیا میں نئے انسان کی آمد پر خوش ہو نہ کہ غمگین اور فکرمند، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام (ھود :۶۹/۱۷) اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام (آل عمران :۲۹) کی پیدائش کی اطلاع دی، تو اس کو ''خوشخبری'' سے تعبیر فرمایا گیا، بچوں کی پیدائش خوشی کی بات ہے، اس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی کوئی تفریق نہیں، اسلام سے پہلے لوگ لڑکیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہوتے اور اس کو اپنے لئے باعثِ عار تصور کرتے تھے، قرآن مجید نے اس کو کافرانہ طریقہ قرار دیا ہے اور اس کی مذمت فرمائی ہے، (الزخرف :۱۷) کیوں کہ انسان نہیں جانتا کہ اس کے لئے لڑکے زیادہ مفید ہوں گے یا لڑکیاں؟ اور کون مشکل وقتوں میں اس کے کام آئے گا؟

بچوں کا سب سے بنیادی حق ان کے زندہ رہنے کا حق ہے، ہندوستان نے بچوں کے حقوق پر منعقدہ کنونشن کی دستاویز پر دستخط کئے ہیں اس میں پہلا حق یہی ہے، اسلام نے جس طرح اس حق کی رعایت رکھی ہے، شاید ہی اس کی مثال مل سکے، عام طور پر بچہ کا قانونی وجود اس وقت مانا جاتا ہے جب اس کی پیدائش ہو چکی ہو؛ لیکن اسلام کی نگاہ میں جس روز ماں کے رحم میں تخمِ انسانی نے قرار پکڑا، اسی دن سے وہ ایک قابلِ احترام اور لائقِ حفاظت انسان ہے؛ اسی لئے اسلام کی نظر میں اسقاطِ حمل جائز نہیں، بچہ کی پیدائش کے بعد اس کی حفاظت اور بقاء کا انتظام نہ صرف والدین اور سرپرست؛ بلکہ پوری انسانی برادری کا فریضہ ہے، اسی مقصد کے لئے شریعت نے ماں پر یہ اخلاقی حق رکھا ہے کہ وہ بچوں کو دودھ پلائیں، قرآن مجید نے ایک سے زیادہ مواقع پر اس کا ذکر کیا ہے؛ اس لئے کہ میڈیکل سائنس میں یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ بچوں کے لئے ماں کے دودھ سے زیادہ مفید کوئی غذا نہیں، پھر جب تک بچے اس لائق نہ ہو جائیں کہ خود کسبِ معاش کر سکیں، اس وقت تک بچوں کی کفالت والدین اور والدین نہ ہوں تو دوسرے قریبی رشتہ داروں پر رکھی گئی ہے، ماں باپ کے لئے یہ روا نہیں رکھا گیا کہ وہ نابالغ بچوں کو مزدوری پر لگائیں اور اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی برتیں۔ (الدر المختار مع الرد:۵/۳۴۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرپرستوں کو اس بات کی تعلیم دی ہے کہ بچوں کے معاملہ میں ایثار سے کام لیا جائے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خدا نے ہر شخص کے لئے مجھ سے پہلے جنت کا داخلہ حرام کر دیا ہے؛ لیکن میں قیامت کے روز اپنی داہنی طرف ایک عورت کو جنت کے دروازے کی سمت دوڑتے ہوئے دیکھوں گا، میں کہوں گا کہ اسے کیا سوجھی کہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہونے کی کوشش کر رہی ہے؟ مجھ سے کہا جائے گا کہ یہ ایک خوبصورت بیوی تھی، اس کی یتیم لڑکیاں تھیں، اس نے اپنی ساری خوبصورتی ان لڑکیوں کی تربیت کی بھینٹ چڑھا دی،

یہاں تک کہ لڑکیاں جوان ہوگئیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس فعل کی قدر دانی کی، اس کا نتیجہ آپ دیکھ رہے ہیں''۔ (کنز العمال)

سب سے زیادہ آپ ﷺ نے جس بات کی تاکید فرمائی وہ بچوں کی تعلیم اور ان کی تربیت ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اسلام بچوں کی جبری تعلیم کا بھی قائل ہے تو بے جا نہ ہوگا؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے ہر مسلمان کے لئے تحصیل علم کو فرض قرار دیا ہے، (ابن ماجہ عن انسؓ) ظاہر ہے کہ فرائض میں ضرورت پڑنے پر جبر سے بھی کام لیا جاسکتا ہے، امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں ایک عنوان کے تحت ثابت کیا ہے کہ پانچ سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہونا چاہئے۔ (بخاری، باب الغتباط فی العلم والحکمۃ)

''تعلیم'' میں دین کی تعلیم بھی داخل ہے کہ بقدرِ ضرورت علم دین حاصل کئے بغیر نہ انسان اپنی دُنیا کو بہتر بنا سکتا ہے اور نہ آخرت سنور سکتی ہے؛ اس لئے ایسے علم کا حصول بھی ضروری ہے، جس کے ذریعہ وہ اپنی معاشی ضروریات پوری کر سکے اور ایک باعزت اور خود دار شہری کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا اس کے لئے ممکن ہو، قرآن مجید نے اس کے لئے ایک جامع تعبیر اختیار کی ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ سے بچاؤ: ''قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا'' (التحریم:۶) بچوں کو دوزخ سے بچانے کے لئے دین کی تعلیم تو ضروری ہے ہی، طریقۂ معاش کی بھی تعلیم ضروری ہے؛ تاکہ وہ جائز طریقہ پر اپنی ضروریات پوری کرسکیں اور غیر سماجی طریقہ اختیار کرنے پر مجبور نہ ہوں

بچوں کی تعلیم اسلام کی نگاہ میں کس درجہ اہم ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ گو اُصولی طور پر بالغ ہونے کے بعد بچوں کی کفالت باپ پر واجب نہیں، سوائے اس کے کہ وہ معذور ہو؛ لیکن اگر لڑکے حصولِ تعلیم میں مشغول ہوں اور والدین ان کے اخراجات ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تو پھر ان کا نفقہ بھی واجب ہے، اسی طرح فقہاء نے طلبہ کے لئے زکوٰۃ کو جائز قرار دیا اور بعض اہل علم نے ان کو بھی قرآن مجید کے بیان کئے ہوئے زکوٰۃ ''فی سبیل اللہ'' کے زمرہ میں رکھا ہے۔

بچوں کی تعلیم کے ساتھ ان کی تربیت بھی ضروری ہے، تربیت ہی دراصل انسان کو انسان بناتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی شخص نے اپنی اولاد کو اچھے اخلاق و آداب سے بہتر عطیہ نہیں دیا، (ترمذی، باب ماجاء فی ادب الولد) ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بچوں کو تہذیب اور شائستگی سکھاؤ: ''أحسنوا أدبهم'' (ابن ماجہ، باب برالوالدالخ) آپ ﷺ واقعی انسانی نفسیات کے عارف اور رہبر انسان تھے اور ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں رہنمائی فرمایا کرتے تھے؛ چنانچہ ایک موقع پر نہایت جامعیت کے ساتھ آپ ﷺ نے بچوں کے ان حقوق کا ذکر فرمایا، جو والدین پر ہیں، ارشاد ہوا:

ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے، اس کا نام رکھا جائے اور نہلایا دھلایا جائے، تیرہ سال میں نماز و روزہ کے لئے سرزنش کی جائے، سولہ سال کی عمر میں باپ اس کی شادی کردے، پھر اس کا ہاتھ پکڑے اور کہے: میں نے تجھے اخلاق سکھا دیئے، (قد أدبتک) تعلیم دے دی اور تمہارا نکاح کر دیا، میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اس سے کہ تو دُنیا میں میرے لئے فتنہ کا یا آخرت میں عذاب کا باعث بنے۔ (مسند احمد، ابن حبان عن انسؓ)

آپ ﷺ نے اپنے اسوہ اور ارشادات کے ذریعہ ہمیں بچوں کی تعلیم و تربیت کے طریقوں سے بھی آگاہ فرمایا، اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ بچوں کے مزاج اور موقع و محل کو دیکھتے ہوئے کبھی نرمی کا اور کبھی سختی کا معاملہ کیا جائے، بے جا تشدد اور ہر وقت سخت گیری فائدہ کم اور نقصان زیادہ پہنچاتی ہے؛ اس لئے اصل میں بچوں کے ساتھ شفقت مطلوب ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے کسی شخص کو بال بچوں میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ شفیق نہیں دیکھا، (مسلم) ایک بار حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لے رہے ہیں، حضرت اقرع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دس بیٹے ہیں میں

نے کبھی ان کا بوسہ نہیں لیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا'' آپ ﷺ کی شفقت و محبت کچھ اپنے ہی بچوں کے ساتھ مخصوص نہیں تھی ؛ بلکہ دوسرے کے بچوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ بہت ہی شفقت اور بے تکلفی کا معاملہ فرماتے ، جب سفر میں جاتے یا سفر سے واپس تشریف لاتے تو مدینے سے جو بچے آپ ﷺ کو چھوڑنے یا آپ ﷺ کے استقبال کے لئے آگے تک جاتے ، آپ ﷺ ان کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھا لیتے ، بچوں کے ساتھ ہمیشہ بے احترامی اور حوصلہ شکنی کا رویہ بہتر نہیں ، ان کے مزاج اور نفسیات کا لحاظ ضروری ہے۔

جہاں حد سے زیادہ سختی بچوں کی تربیت کے لئے مضر ہے ، وہیں یہ بھی روا نہیں کہ جہاں تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کی ضرورت ہو، وہاں بھی اپنے آپ کو مہر بہ لب رکھا جائے،اس سے بچوں کی تربیت نہیں ہو پاتی اور ان میں بدتہذیبی کا رجحان بڑھتا جاتا ہے ، بعض بچوں میں اپنی ہر ضد کو پورا کرنے کا مزاج بن جاتا ہے، یہ بات بچوں کے مستقبل کے لئے بہت ہی نقصان دہ ہے ؛ اسی لئے آپ ﷺ نے حسبِ ضرورت بچوں کی تنبیہ کا بھی حکم دیا ہے ؛ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب بچے دس سال کے ہو جائیں اور نماز پڑھنے میں کوتاہی کریں تو ان کی کسی قدر سرزنش بھی کی جائے ، (ترمذی : ۱؍۹۳) اسی لئے فقہاء نے والدین کو بال بچوں کی اور اساتذہ کو طلباء کی مناسب تادیب اور سرزنش کی اجازت دی ہے۔

بچوں کے لئے دُعاءِ خیر بھی ان کا ایک حق ہے،اپنے بچوں کے لئے بھی اور قوم کے بچوں کے لئے بھی ؛ کیوں کہ دُعاء بہر حال اثر رکھتی ہے، قرآن مجید میں بعض انبیاء کی دُعائیں ذکر کی گئی ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کی صالحیت اور حق پر استقامت کا ذکر آیا ہے، اس سلسلہ میں مشہور محدث اور صاحبِ دل امام عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ اپنی ابتدائی زندگی میں گانے بجانے اور عیش و عشرت میں مست رہتے تھے، یہاں تک کہ شراب بھی منھ سے لگ گئی تھی، آپ کے والدین کو اس پر بڑی کڑھن تھی اور دن رات رو رو کر اللہ سے دُعائیں کرتے تھے،اسی درمیان جب ایک دن عیش و نشاط کی بزم آراستہ تھی اور شراب کا دور چل رہا تھا کہ آپ کی آنکھ لگ گئی اور آپؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت باغ ہے، جس میں ایک ٹہنی پر پرندہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ اس آیت کو پڑھ رہا ہے :

کیا ایمان لانے والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں اور اس کے نازل کردہ حق کے آگے جھکیں۔ (الحدید:۱۶)

امام عبداللہ بن مبارکؒ بے چین ہو کر اٹھے،ان کی زبان پر تھا کہ '' خدایا ! وہ وقت آ گیا'' پھر تو اسی وقت جام و سبو چکنا چور کر دئے ، رنگین کپڑے اُتار پھینکے، غسل کیا اور خدا کے حضور توبہ کی یہاں تک کہ علم و معرفت کے اُفق پر خورشید بن کر چمکے کہ شاید ہی کوئی محدث اور فقیہ ہو جس نے ان کی علمی عظمت اور فضل و تقوی کا اعتراف نہ کیا ہو، کہا جاتا ہے کہ یہ والدین کی دُعاء کا اثر تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ موجودہ مشینی دور میں بچوں کو سرپرست اپنا وقت نہیں دے پاتے ، جو بچوں کے لئے سب سے اہم ضرورت ہے، وہ باپ اور بزرگوں کی سچی محبت سے محروم ہیں اور بچوں کی تربیت کے پہلو پر بے توجہی عام ہے ، کتابوں کی دکانوں پر ایسی کتابوں کی بھرمار ہے جس سے بچوں کے اخلاق بگڑتے ہیں ؛ لیکن ایسا لٹریچر مقدار اور معیار کے اعتبار سے بہت کم ہے جو بچوں کی فطری اور اخلاقی تربیت کا سروسامان ہو، ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ بھی بچوں میں تعمیری رجحان پیدا کرنے کے بجائے تخریبی اور غیر اخلاقی میلان پیدا کرنے کا کام کر رہے ہیں ؛اس لئے بچوں کا حق صرف یہ نہیں کہ ان کے لئے خورد و نوش کا انتظام کر دیا جائے ؛ بلکہ ان کے لئے اصل کرنے کا کام یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ کو معلم اخلاق بنایا جائے اور لوگوں کو یہ بات سمجھائی جائے کہ بچوں کے لئے کمانا ہی سب کچھ نہیں ؛ بلکہ بچوں پر اپنے وقت کا صرف کرنا بھی بنیادی اور اہم ہے، اور ان کو اس سے محروم رکھنا ان کے ساتھ ناانصافی اور حق تلفی ہے!!

نسیم ہدایت کے جھونکے

محترمہ آرزو شاہ سے ایک ملاقات

عبد الباری قریشی
بھیکن گاؤں (ایم پی)

عبد الباری قریشی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آرزو شاہ صاحب : وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

س: آپ مسلمان ہوئی ہیں بڑی خوشی کی بات ہے، ہم آپ کو مبارکباد دیتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ آپ کا انٹرویو دینی رسالہ ''ارمغان'' میں چھپ جائے؟

ج: میرے اللہ کا مجھ پر بڑا کرم ہوا کہ اس نے مجھے اسلام کی دولت دی، میرے انٹرویو کے چھپنے سے کیا فائدہ ہوگا۔

س: غیر مسلموں میں دعوت کا کام کرنے والے ہمارے بہت سارے بھائی بہن جب اس کو پڑھیں گے تو اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی؟

ج: میرے انٹرویو سے اگر کسی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

س: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ نے شادی کرنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے؟

ج: (ہنستے ہوئے) نہیں جناب یہ بالکل غلط ہے، بلکہ اسلام قبول کرنے کے لئے میں نے شادی کی ہے۔

س: اچھا تو پہلے آپ اپنے خاندان کا پریچے کرائیے؟

ج: میرے خاندان کا پریچے (تعارف) اس طرح ہے، میرے پاپا تیج رام سراگے، جو کرشی منڈی، بھیکن گاؤں ضلع کھرگون (ایم پی) میں ملازم ہیں، ممی ممتا سراگے ہیں، مجھ سے بڑے ایک بھائی نیرج کمار سراگے ہے، اس کی تعلیم بی کام تک ہے، ایک چھوٹا بھائی بی اے میں پڑھ رہا ہے، میرا نام رچنا سراگے تھا، میری تعلیم گیارھویں تک ہے، میرا تعلق سماج کی سب سے نیچ برادری چمار سے ہے، ہم لوگ بھیکن گاؤں کے رہنے والے ہیں، تعلیم میں نے بھیکن گاؤں ہائی اسکول سے حاصل کی، بس یہی میرا چھوٹا سا خاندان ہے، کلاس میں میرے ساتھ مسلمان لڑکیاں بھی تھیں، انھیں سے اسلام کے بارے میں، تھوڑی تھوڑی باتیں، جیسے نماز، کلمہ، روزہ وغیرہ کے بارے میں معلوم ہوئیں، انھوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے یہاں ڈھونگ اور دکھاوا نہیں بلکہ عبادت ہے۔

س: اب ذرا آپ اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتائیے؟

ج: جیسا کہ آپ نے سنا کہ میں نے شادی کرنے کے لئے اسلام قبول کیا ہے، یہ بالکل غلط ہے، میرے شوہر سمیر شاہ تعلیم کے اعتبار سے میرے برابر نہیں ہیں، میرے سماج میں کافی شکست (تعلیم یافتہ) لڑکے تھے، میں کسی سے بھی شادی کرلیتی، مجھے اور اسے اچھی نوکری بھی مل جاتی لیکن شری مان اسلام تو میرے دل میں رچ بس گیا تھا، اس لئے یہ سب اسلام ہی کی خاطر ہوا۔

س: آپ ذرا اس کی تفصیل بتائیں گی؟

ج : اسلام دھرم سے مجھے بچپن سے ہی محبت تھی، میرے ساتھ کلاس میں مسلم لڑکیاں بھی پڑھتی تھیں، اور وہ میری دوست تھیں، ان کا رہن سہن اچھا لگتا تھا، تہواروں کے موقع پر ان کے گھر جاتی تو اس ماحول سے بہت متاثر ہوتی تھی، اور میرا دل مسلمان ہونے کو کرتا، مسجد سے آنے والی اذان کی آواز میرے کانوں میں رس گھول دیتی، اسلام دھرم کے بارے میں مجھے کوئی زیادہ جانکاری نہیں ملی تھی پھر بھی میرا دل مسلمان ہونے کو چاہتا، میں یہ اچھی

طرح جانتی تھی کہ اگر میں مسلمان ہوگئی، تو میرا پریوار اور سماج میرے خلاف ہوجائے گا، اور مجھے گھر چھوڑنا پڑے گا، لیکن اسلام کی محبت دل میں رچ بس گئی تھی اس لئے اسلام کی خاطر یہ سب چھوڑنا مجھے پسند تھا، لیکن مجھے اس کے لئے ایک سہارے کی ضرورت تھی، جس طرح ایک پرندہ کو گھونسلہ کی ضرورت ہوتی ہے، میرے گھر اور اسکول کے بیچ میں میرے شوہر سمیر شاہ کی دکان تھی، اسلام قبول کرنے کے بعد مجھے سہارے کی ضرورت تھی اس لئے میں نے سمیر شاہ کی طرف محبت کا ہاتھ بڑھایا، اور سمیر نے بھی ہر وقت ساتھ دینے کا وعدہ کیا، اس طرح میرے اسلام قبول کرنے کے ارادہ میں مضبوطی آ گئی، کسی طرح میرے گھر والوں کو یہ بات معلوم ہوگئی، کہ میں ایک مسلمان لڑکے سے محبت کرتی ہوں اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں، میرے گھر اور سماج کے لوگ اس کے لئے بالکل تیار نہیں تھے، میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد اسلام قبول کرنا تھا، اور یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی، گھر والوں کو جب یہ معلوم ہوا تو انھوں نے سمیر سے ملنے پر پابندیاں لگادیں، میں نے اس کا بائیکاٹ کیا اور کھانا پینا چھوڑ دیا، بارہ دن تک بیمار رہی، میں نے بھی گھر والوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں شادی کروں گی تو صرف مسلمان لڑکے سے، کیونکہ مجھے تو مسلمان ہونا تھا، مگر گھر والوں کی طرف سے سختیاں بڑھتی گئیں اور ادھر میرے مسلمان ہونے کے ارادہ میں مضبوطی آتی گئی، گھر والوں نے ایک کمرہ میں قید کردیا، بالکل سچ کہتی ہوں کہ ان سختیوں کو جھیلنے میں بڑا مزا آیا، کیونکہ یہ ساری سختیاں اسلام کی خاطر تھیں، گھر والوں نے جب مجھے بہت پریشان کیا تو ایک روز سمیر سے ملنے کا موقع ملا، اور ہم گھر کے سارے بندھنوں کو توڑ کر کورٹ پہنچ گئے، اور 12/05/2011 کو کورٹ میرج کر کے ہردہ (ایم پی) جہاں سمیر کے رشتہ دار رہتے ہیں، وہاں جانے کے لئے کھنڈوہ سے ٹرین میں بیٹھ گئے، کہ راستہ میں پولیس نے اپنی گرفت میں لے لیا، ادھر سمیر کے والد اور دوسرے بھائی کو پولیس اٹھا کرلے گئی، کچھ دیر کے لئے تو مجھے لگا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پاؤں گی لیکن مجھے تو مسلمان ہونا تھا اس لئے میرے اللہ نے مجھے ہمت دی، اور میں نے ان سب حالات سے نمٹنے کا پختہ ارادہ کرلیا، پولیس ہمیں لے کر کھرگون آئی، سمیر کو جیل بھیج دیا گیا، اور مجھے ناری نکیتن اندور میں ایک مہینہ تک رکھا، مجھے مسلمانوں کے خلاف بہت ساری باتیں جیسے یہ آتنک وادی ہیں، ظالم ہیں، گندے ہیں، سکھائی گئیں، مجھ سے کہا گیا تم جھوٹ بول دو ہم سمیر کو جیل میں سڑا دیں گے، لیکن میں نے جھوٹ بولنے سے انکار کردیا، پھر سمیر اور ان کے گھر کے لوگ جیل سے چھوٹ کر گھر آ گئے اور میں بھی اپنے گھر آ گئی، وہاں مجھے ایسا لگتا تھا جیسے میں کسی جرم کی سزا کاٹ رہی ہوں، اسلام میرے دل کی گہرائیوں میں رچ بس گیا تھا اس لئے ایک بار پھر جنون سوار ہوا، اور میں نے سمیر سے رابطہ قائم کر کے ہمت کر کے اسلام کی خاطر گھر سے نکلنے کا قدم اٹھایا، سمیر کے ساتھ ہردہ پہنچ گئی، کورٹ میرج کا سرٹیفکٹ ساتھ تھا، ہردہ پہنچ کر میں نے سمیر کے رشتہ داروں کے سامنے کلمہ پڑھا، اور 14/06/2011 کو سمیر سے میرا نکاح ہوگیا، اس دن کو میں کبھی نہ بھولوں گی، کیونکہ اس دن میرے اللہ نے میری جھولی میں ایک ساتھ دو دو خوشیاں ڈالیں، سب سے بڑی خوشی جو میری زندگی کا مقصد تھی وہ اسلام قبول کرنا تھا، اور دوسری سمیر سے شادی، اس طرح میں رچنا سراگے سے آرزو شاہ بن گئی۔

س: سسرال والوں کا برتاؤ آپ کے ساتھ کیسا ہے؟

ج: شادی کے بعد لڑکی کو اپنے ماں باپ کا گھر چھوڑنا پڑتا ہے، لیکن وہ اپنے ماں باپ کے گھر آتی جاتی ہے، میں نے اپنے ماں باپ کا گھر اسلام کی خاطر چھوڑا، اس لئے وہاں جانے کا تو سوال

ہی نہیں ہوتا، میں نے اپنے ساس اور سسر کو ہی والدین سمجھا، اور انھوں نے مجھ کو اپنی بیٹی، ہم سب کے دلوں میں اللہ نے ایسی محبت ڈال دی ہے، کہ مجھے ایسا لگتا ہی نہیں کہ کسی دوسرے پریوار میں آئی ہوں، اور نیچ برادری کی لڑکی ہوں، میرے ساتھ کسی نے بھید بھاؤ نہیں یا، سب میرے ہاتھ کا پکا کھانا بھی کھاتے ہیں، اسلام میں اونچ نیچ اور بھید بھاؤ نہیں ہے، اس لئے مجھے اسلام پسند ہے۔

س: آپ مسلمانوں کو کوئی پیغام دیں گی؟

ج: یہی کہوں گی کہ ہمارا دھرم، اسلام سچا دھرم ہے، تو صرف مسلمان بننے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ اسلامی طریقہ سے زندگی گذاریں گے تو جنت نصیب ہوگی، ابھی میں نے اسلام کی کتابیں نہیں پڑھی ہیں، آپ نے جو دی ہیں انھیں اب پڑھوں گی، پھر بھی اتنا کہوں گی کہ اسلام کے پیغام کو غیر مسلم بھائیوں تک پہنچائیں۔

س: اچھا بہت بہت شکریہ، ہم نے آپ کا وقت لیا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ج: جی ایسی کوئی بات نہیں۔ وعلیکم السلام

پوجالاما سے آمنہ فاروقی تک کا دشوار کن سفر

نیپال کی مشہور اداکارہ ماڈل اور گلوکارہ ۲۸ سالہ پوجالاما نے اسلام قبول کر کے بدھ سماج کو حیرت میں ڈال دیا تھا، بدھ خاندان میں پرورش و پرداخت پانے والی پوجا نے دبئی وقطر کے ایک مختصر دورہ سے لوٹنے کے بعد کاٹھمنڈو میں اپنے مشرف باسلام ہونے کا اعلان کیا۔ میڈیا نے ان سے جب یہ پوچھا کہ اسلام کی کونسی خصوصیت نے آپ کو قبول اسلام پر آمادہ کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں بدھ خاندان سے تھی، بدھ مت میری رگ رگ میں سرایت تھا، ایک سال پہلے میرے ذہن میں خیال آیا کہ دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جائے، ہندومت، عیسائیت اور اسلام کا تقابلی مطالعہ شروع کیا، مطالعہ کے دوران دبئی وقطر کا سفر بھی ہوا، وہاں کی اسلامی تہذیب وتمدن سے میں بہت متاثر ہوئی، اسلام کی جو سب سے بڑی خصوصیت ہے، وہ توحید ہے ایک اللہ پر ایمان ویقین کا جو مضبوط عقیدہ یہاں دیکھنے کو ملا وہ کسی اور دھرم میں نہ مل سکا، اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ نے مجھے اسلام سے قریب کر دیا اس لئے کہ مطالعہ میں میں نے اس کے برعکس پایا اور اب میں پورے دعوے کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جو انسانیت کے مسائل کا عادلانہ و پرامن حل پیش کرتا ہے، انہوں نے کہا کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ میری ذاتی زندگی کے تعلق سے میڈیا تہمت تراشی کرے، تبصرے شائع کرے، مجھے بدنام کرے، میں آپ کو یہ بتا دینا مناسب سمجھتی ہوں کہ اب تک میری تین شادیاں ہو چکی ہیں، مختصر وقفہ کے بعد سب سے علاحدگی ہوتی گئی، پہلے شوہر سے ایک بیٹا ہے جو میری ماں کے ساتھ رہتا ہے، انہی امور کے متعلق میڈیا نے کچھ نامناسب چیزیں اچھال دیں جس سے مجھے بے حد تکلیف ہوئی، لوگ مجھ پر الزام لگاتے ہیں کہ شہرت کے لئے میں نے یہ سب کیا، حقیقت یہ ہے کہ میں بدحال تھی خودکشی کرنا چاہتی تھی مجھے میرے دوستوں نے سنبھالا، مذہبی کتابوں کے مطالعہ پر اکسایا، پھر میں نے اسلام قبول کیا، میں اپنا ماضی بھول جانا چاہتی ہوں اس لئے کہ میں اب ایک پرسکون وباوقار زندگی بسر کر رہی ہوں۔ انہیں جب پوجا کہہ کر مخاطب کیا گیا تو انہوں نے کہا برائے مہربانی مجھے پوجا نہ پکاریں، پوجا نام میرا ماضی کا تھا اور اب میں آمنہ فاروقی ہوں۔ قبول اسلام سے پہلے تناؤ بھرے لمحات میں شراب و سگریٹ میرا سہارا تھے، کبھی اس قدر پی لیتی کہ بے ہوش ہو جاتی تھی، ڈپریشن کا شکار ہو چکی تھی، میرے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، لیکن قبول اسلام کے بعد میں نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ شراب سگریٹ سے توبہ کر لی ہے، انہوں نے کہا کہ اسلام کو گلے لگانے کے بعد میں نے اپنے خاندان کو اطلاع دی جو دارجلنگ میں رہتا ہے میری ماں نے بھرپور تعاون کیا انہوں نے جب مجھے دیکھا تو پھولے نہیں سمائیں، کہنے لگیں واہ بیٹا!! تو نے صحیح راہ چنی، تمہیں خوش دیکھ کر مجھے چین مل گیا۔

(روزنامہ انقلاب۔ ۳۱/جنوری ۲۰۱۳ء)

جہیز کی وباء حقیقت کے آئینے میں

حضرت مولانا اسرارالحق قاسمی

انسان کی زندگی اسی وقت پُرسکون ہوسکتی ہے جب کہ اس کی معاشرتی زندگی مسائل اور الجھنوں سے پاک ہو۔ایک طرف معاشرتی زندگی بے چینی وکرب کے عالم میں گزرے اور دوسری طرف یہ توقع کی جائے کہ وہ امن وسلامتی اور عافیت وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرتا رہے،ایک عجیب وغریب بات ہے۔آج بڑی تعداد میں لوگ سکون سے محروم ہیں، ڈپریشن کا مرض بڑھتا جارہا ہے، حالانکہ اس دور میں سائنس نے جس قدر ترقی کی ہے اور انسان کو سہولت پہنچانے کے لئے جس وسیع پیمانہ پر کام کئے جارہے ہیں، ان کی موجودگی میں انسانوں کو پرسکون زندگی گزارنی چاہئے۔ بڑے اور کشادہ مکانات ،فرنیچر اور گاڑیاں اور انواع واقسام کے وسائل سے لیس ہونے کے باوجود انسان پریشان ہے۔آخر کیوں؟ تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان کی معاشرتی زندگی میں بگاڑ اور فساد پیدا ہوگیا ہے۔

کیا اس بات سے کوئی انکار کرسکتا ہے کہ یہ مہنگائی کا زمانہ ہے، مادیت کے سبب لوگ حریص ولالچی ہوگئے ہیں، روایات واقدار کا خیال نہیں کیا جارہا ہے، سچی ہمدردی اور معاونت کا جذبہ ماند پڑتا جارہا ہے،ایسے میں اگر انسان توازن کے ساتھ نہیں چلے گا تو پھر مسائل میں تو اضافہ ہوگا ہی۔لیکن صورت حال یہ ہے کہ فضول خرچی میں ایک سے بڑھ کر ایک نظر آرہا ہے۔تقریبات کو اس ڈھنگ سے منعقد کیا جارہا ہے کہ روپے پانی کی طرح بہائے جاتے ہیں، وہ لوگ جو امیر ہیں وہ تو ایسا کرتے ہی ہیں لیکن متوسط آمدنی والے بھی اپنی حیثیت سے زیادہ فضول خرچی کرتے نظر آتے ہیں، اس کے نظارے آپ کو بیاہ شادیوں میں خوب نظر آئیں گے،ہزاروں لوگوں کو مدعو کیا جاتا ہے، انواع واقسام کے کھانے کھلائے جاتے ہیں، سجاوٹیں کی جاتی ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر لڑکی کی شادی ہے تو اچھی خاصی رقم کا جہیز دیا جاتا ہے۔

''جہیز'' ہمارے ملک میں ایک وبا کی شکل میں پھیلا ہوا ہے۔ امیروں میں بھی اس کو مقبولیت حاصل ہے تو غریبوں میں بھی اور متوسط گھرانوں میں بھی اس کا رواج ہے۔غریب وپسماندہ ریاستوں میں یہ اور زیادہ گھناؤنی شکل اختیار کرگیا ہے۔جہیز کی اس رسم میں متوسط اور نچلا طبقہ زیادہ پس رہا ہے۔جہیز کی صورت حال یہ ہے کہ جہیز میں معمولی چیز سے لے کر گاڑی تک دی جاتی ہے، کہیں موٹر سائیکل دی جاتی ہے تو کہیں کار دی جاتی ہے،اس کے علاوہ فریج، واشنگ مشین، ڈبل بیڈ، فرنیچر سمیت بہت کچھ دیا جاتا ہے، عام طور سے اب جہیز لاکھوں روپوں میں تیار ہوتا ہے،اس کے علاوہ بارات کی خاطر کے ساتھ بستی والوں کے طعام کا الگ انتظام کرنا پڑتا ہے، لہٰذا اب شادی کا بجٹ ہزاروں میں نہیں رہا، لاکھوں میں ہوگیا ہے،دوسری طرف آمدنی کی صورت حال یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جن کی آمدنی 5 ہزار سے 10 ہزار کے درمیان ہے، پانچ ہزار سے کم آمدنی والوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے لیکن اپنی شادی میں جہیز سبھی کو لاکھوں روپوں کا دینا پڑتا ہے۔مہنگائی کا عالم یہ ہے کہ دالیں، آٹا، چاول، گوشت، سبزی ہر چیز پر بہت زیادہ دام بڑھے ہوئے ہیں، پانچ ہزار سے دس ہزار آمدنی والوں کے لئے اپنے گھر کے اخراجات کو پورا کرنا آسان بات نہیں ہے، آج کل بیماریاں بھی کچھ زیادہ ہی پھیل گئی ہیں، اب بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں دوائیاں نہیں کھانا پڑتیں ورنہ تو زیادہ تر لوگ کوئی نہ کوئی دوائی ضرور استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں گویا کہ دوائیوں کا خرچ الگ ہے، ایسے میں لاکھوں روپوں کی رقم کو کیسے جمع کیا جاسکتا ہے۔اتنی کم آمدنی والے دو چار سال میں تو کیا دسیوں بیسوں سال میں بھی لاکھوں کی رقم جمع نہیں کرپاتے ہیں، بعض لوگ ذرا حساب کتاب سے چلتے ہیں اور جب بچیاں پانچ سات سال کی ہوتی ہیں، ان کی شادی کے لئے پیسے جمع کرنے کی منصوبہ بندی کرتے ہیں، گویا کہ ان کی زندگی کا بڑا حصہ اپنی لڑکیوں کی شادی کے لئے جمع کرنے میں گزر جاتا ہے۔لیکن سچائی یہ ہے کہ اس کے باوجود بھی اتنی رقم نہیں جمع کرپاتے کہ قرض نہ لینا پڑے، لاچار ومجبور ہوکر قرض انہیں بھی لینا پڑتا ہے، بعض لوگ اپنی بیٹیوں کی شادیاں قرض کی بنیاد پر ہی کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس پہلے سے اتنی رقم جمع نہیں ہوتی، اگر قرض رشتہ داروں اور قریبی لوگوں سے نہیں ملتا تو پھر کچھ لوگ سود کی بنیاد پر قرض لے لیتے ہیں، اس

صورت میں اصل رقم تو انہیں لوٹانی ہوتی ہی ہے مگر اس کا سود بھی دینا ہوتا ہے، گویا کہ یہ دوہرا بوجھ ہوتا ہے، ایک لڑکی کا جہیز والدین کی کمر کو توڑ کر رکھ دیتا ہے، قرض ادا کرتے کرتے ان کی بری حالت ہو جاتی ہے کہ معلوم ہوتا کہ دوسری بیٹی کی شادی کا مرحلہ آ گیا، جس شخص کی دو چار لڑکیاں ہوتی ہیں، اس کو تو اور زیادہ پریشانی ہو جاتی ہے۔

جہیز سے اصل نقصان لڑکیوں کا ہوتا ہے۔ کیونکہ جن لڑکیوں کے والدین غریب ہوتے ہیں، عموماً ان کے یہاں رشتے کم آتے ہیں یا اچھے رشتے نہیں آتے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض جگہ جہیز لڑکے کی قابلیت کی بنیاد پر دیا جاتا ہے، اگر لڑکا بی اے ہے تو اس کے مطابق اسے جہیز دیا جاتا ہے، اگر ایم اے ہے تو اس کے حساب سے، اگر اور بڑی ڈگری رکھتا ہے تو اس کے حساب اور اگر کسی سروس میں ہے تو اس کے حساب سے۔ حیرت والمیہ یہ ہے کہ ہے کہ اب جہیز کے ساتھ نقد رقم بھی دی جانے لگی ہے۔ اس صورت حال سے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ جو لڑکیاں غریب والدین کی ہیں ان کے رشتے پڑھے لکھے، سروس والوں کے یہاں سے نہ آتے ہوں گے یا بہت کم آتے ہوں گے۔ اگر لڑکی کے والدین کم روپوں کا جہیز دیتے ہیں تو لڑکی کو اس کے سبب سسرال میں طعن وتشنیع کا شکار بنایا جاتا ہے، بعض جگہ اس کو مارا پیٹا بھی جاتا ہے۔ جہیز کی وجہ سے خواتین کے قتل کے واقعات سمیت خودکشی اور جلنے کی خبر بھی روشنی میں آتے رہتے ہیں، یہ سراسر ظلم ہے۔

حیران کن امر یہ ہے کہ یہ صورت حال صرف غیر مسلم سماجوں میں ہی نہیں پائی جاتی بلکہ مسلم معاشرے میں بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی مذہب اسلام کے ماننے والے بھی بیاہ شادی میں فضول خرچی اور جہیز کا لین دین کرتے ہیں جس مذہب میں فضول خرچی اور جہیز جیسی رسم کے لئے قطعی گنجائش نہیں ہے، یہ بھی اپنی جگہ مبنی بر حقیقت ہے کہ سماج کے ذمہ دار افراد، علما اور دانشور حضرات بھی اس وباء میں واسطہ یا بلاواسطہ شامل پائے جاتے ہیں، ایسے بہت کم علما یا ذمہ دار حضرات ہیں جو جہیز نہ لیتے ہیں نہ دیتے ہیں، نہ شادی میں فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ کسی رسم کو انجام دیتے ہیں، علماء کو تو نہ صرف یہ کہ ان سے کلی طور پر بچنا چاہئے بلکہ ایسی شادیوں کا ہی بائیکاٹ کر دینا چاہئے جن میں غیر شرعی رسومات ہوں یا فضول خرچی اور جہیز کا لین دین ہو۔ علماء او سماج کے ذمہ دار حضرات کو یہ بھی چاہئے کہ وہ جہیز کے خلاف مہمات شروع کریں، انجمنیں بنائیں اور عوامی سطح پر اس تعلق سے بیداری کی تحریکیں چلائیں۔

اس کے علاوہ عورتوں کو جس سطح پر بھی زیادتیوں وناانصافیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ان کے خلاف جدوجہد کریں، کیونکہ اسلام نے عورتوں کو بڑے حقوق دیئے ہیں اور انہیں عزت دی ہے، اگر مسلم معاشرے میں عورتوں کی بے عزتی کی جاتی ہے یا ان کا استحصال کیا جاتا ہے تو یہ بڑی محرومی کی بات ہے کہ اسلام کے ماننے والے اسلام کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے ان کے ساتھ زیادتی کریں۔ آج کل ہمارے معاشرے میں عورتوں کو ترکہ نہ دینے کا رواج بھی بڑھتا جا رہا ہے جب کہ اسلام نے عورتوں کو ترکہ کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ ان کا جو حصہ بنتا ہے وہ ان کو ہر حال میں دیا جانا چاہئے۔ اس سے پہلو تہی نہیں کرنی چاہئے۔ ایک اور بات ہمارے معاشرے میں یہ عام ہو گئی ہے کہ عورتوں کے مہر کو ادا کرنے سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جو مہر بندھواتے وقت یہ بات ذہن میں رکھتے ہیں کہ ان کی ادائیگی تو کرنی ہے نہیں۔ یہ منفی رجحان ہے۔ مہروں کی ادائیگی کی جانی چاہئے۔ وراثت اور مہر کی ادائیگی کا ماحول بنانے کے مقصد سے بھی مہم چلائی جائیں تو بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ گزشتہ دنوں مذکورہ مسائل کے حل کے لئے بہار کے ضلع ویشالی، چھپرہ خرد گاؤں میں انجمن اصلاح المسلمین کی جانب سے کولکاتہ میں مقیم ایک تاجر وسماجی کارکن حاجی محمد اسماعیل کی سربراہی میں اصلاح معاشرہ کے موضوع پر ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کیا گیا تھا، اس اجلاس میں مختلف مسالک کے ممتاز علماء سمیت دانشوران اور ائمہ حضرات نے شرکت کی اور ہزاروں لوگ جمع ہوئے، میں نے وہاں جو دیکھا، اس کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ اچھی کوشش اور پیش رفت تھی، مختلف مقامات پر اس طرح کی مزید و لگاتار کوششیں ہونی چاہئیں، وقت کا اہم ترین تقاضہ ہے کہ بے جا تقریبات میں فضول خرچی جہیز، گھوڑے، جوڑے، لین دین جیسی غیر اسلامی رسوم کو ترک کیا جائے اور اللہ کے عطا کردہ مال ودولت کو غربت وجہالت جیسی مہلک بیماریوں سے اپنے لاکھوں بھائیوں و بہنوں اور بچوں کو نجات دلوانے کیلئے تعمیری کاموں میں خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے، بہر حال سماج کے ذمہ دار طبقات کو اس سلسلے میں آگے آنا ہی ہوگا۔

دعوت وتبلیغ

انسانیت کی اصلاح اور دنیا کی رحمت وہدایت کا اہم ذریعہ

مولانا کبیرالدین فاران مظاہری
ناظم مدرسہ قادریہ مسروالا ہماچل پردیش

اپنے رب کی راہ کی طرف لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلایئے ،اوران سے بہترین طریقہ سے گفتگو کیجئے یقیناً آپ کا رب اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو بخوبی جانتا ہے اور وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے (سورہ نحل آیت:125)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری باتیں لوگوں تک پہنچاؤ اگر چہ ایک ہی بات ہو (رواہ بخاری، ۳۲ر مشکوٰۃ شریف)

انسانوں کی پیدائش کا مقصد اللہ کے حکموں کی فرماں برداری، تمام مخلوقات کی خیر خواہی اور اللہ کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور آپ ﷺ کی سیرت پاک کو اپنی زندگی میں مکمل طور پر داخل کرنا ہے۔ یہ فکریں ہر انسان کی زندگی میں اجاگر کرنے کیلئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو من چاہی زندگی سے ہٹا کر رب چاہی زندگی گزارنے کی پوری زندگی کوششیں کیں ۱۳ سالہ مکی زندگی اسی ایمان کی محنت پر صرف فرمائی اس کے نتیجہ میں آپ نے ہر طرح خسارہ برداشت کیا آپ کے ساتھیوں کو سخت ترین اذیتوں میں مبتلا کیا گیا اور خود آپ کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا گیا۔

طائف میں مقدس خوں ٹپکا　　مکہ میں کبھی پتھر کھائے
بس ایک تڑپ تھی کیسی تڑپ　　انسان ہدایت پر آئے

سرور کونین حضرت محمد ﷺ کی انھیں مبارک کوششوں کا دوسرا نام **دعوت وتبلیغ** یعنی خدائی حکموں کو اللہ کے تمام انسانوں تک پہنچانا ہے جس کی شروعات ہندوستان میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے بستی نظام الدین نئی دہلی کی ایک چھوٹی سی جگہ بنگلہ والی مسجد سے کی جوان کی سچی لگن اور مخلصانہ مجاہدات سے آج دنیا میں ہر کچے پکے مکان تک پہنچ گئی ہے جس کے پیروکار میں سچائی، اچھائی اور انسانوں کے ساتھ خیر خواہی اور ہمدردی کی صفات پائی جاتی ہیں جو دراصل انسانیت کے صحیح ہمدرد بن کر دنیا میں نظر آرہے ہیں۔

دعوت وتبلیغ دراصل اس ایمان کی محنت اور دوسروں تک حق کا پیغام پہنچانے کی فکریں ہیں جس پر اللہ کے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو تیار فرمایا تھا۔اس لئے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے یہاں جس قدر ایمان بنانے کی تڑپ اور فکریں تھیں اتنی اور کسی دوسری چیز کی نہیں کیونکہ اگر ایمان نہ بن سکا اور اللہ کی ذات عالی پر وہ اعتماد وتوکل کی صفت پیدا نہ ہوئی تو ساری محنتیں بیکار ہیں۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر ایمان نہ بنا تو اعمال پر استقامت نہ ہوگی یہ عمل رسمی ہونگے ،نماز، روزے اور دوسرے اعمال خیر بھی رسمی ہو کر رہ جائیں گے۔ کیونکہ اعمال پر اجر اور اعمال پر استقامت بغیر ایمان کے ممکن نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ کے نبی ﷺ شہروں ، بازاروں، گلیوں اور دیہاتوں میں اسی محنت کے لئے تشریف لیجایا کرتے تھے صحابہ کرامؓ ابتداءِ اسلام میں نہایت کسمپرسی اور بے سروسامانی کے عالم میں اپنی جان ومال اور وقت کی قربانی دے کر کفار ومشرکین کے سامنے ایمان کی دعوت دیتے تھے جو قوم اسلام کو ایک اجنبی اور انوکھی چیز سمجھتی تھی لیکن صحابہ کرامؓ کی مقدس اور پاکیزہ جماعت کی روحانی باتیں اور ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر یہ بخوشی اسلام کی حقانیت کو تسلیم

کر لیتے تھے۔ زمانہ نبوت سے جتنا بعد اور دوری ہوتی گئی، معاشرہ اعمال واخلاق نبوت اور نور نبوت سے دور ہوتا چلا گیا دعوت کی جگہ انا پرستی آ گئی دین کی بنیاد آخرت پر تھی انہوں دنیا کو ترجیح دینی شروع کر دی اور پھر اسلام دشمن عناصر نے مختلف زاویوں سے اس امت کو اس کے نصب العین سے غافل کیا پھر یہ امت دوسروں کی دریوزہ گر ہوگئی جو داعی تھی وہ مدعو بن گئی:

ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

بانی تبلیغ حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام کے زمانہ میں بے طلب لوگوں کے گھر جا جا کر اور ان کی مجلسوں میں بن بلائے پہنچ کر کلمے کی دعوت دیتے تھے۔ تو اب ہم کو بھی بے طلب لوگوں کے پاس بے غرض ہو کر جانے کی کہیں زیادہ ضرورت ہے ’’میں آپ سے اس دعوت کے نتیجہ میں کسی اجر کا سوال نہیں کرتا ہوں میرا اجر تو اللہ تعالیٰ پر ہے جو عالمین کا رب ہے‘‘ (قرآن)

ایک مرتبہ حضرت نظام الدین کی بنگلے والی مسجد میں بڑے مجمع سے فرمایا کہ ’’آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور جدوجہد اور ساری کوششیں بیکار ہوں گی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام نہیں کیا، بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے غفلت برتی گئی تو فتنہ اور ضلالت کا ایک دروازہ نہ بن جائے۔ دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو دین اسلام و ایمان محض رسمی اور اسمی ہے اور اسی طرح علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بڑا خطرہ ہے کیونکہ بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ بسا اوقات شیطان ایسے جاہل صوفیوں کو اپنا آلہ کار بنا لیتا ہے۔

ایک موقع پر امام تبلیغ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا دنیا اپنی کامیابی دنیوی اسباب میں سمجھتی ہے۔ اور یہ سمجھتی ہے کہ کھیتی اور باغات سے زندگی بنتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کو کھیتی اور باغات کے باوجود ہلاک کر دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایسے جنگل میں جہاں کھیتی اور باغات کا نشان بھی نہ تھا پال دیا۔ آج دنیا کو یقین فوج پر ہے اللہ تعالیٰ نے ابرہہ کی فوج کو حقیر پرندوں سے ہلاک کرا دیا۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کے لئے کوشش کرنا بھی واجب ہے۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چلنا شروع کر دو جتنا بننا ہوگا بن جائے گا اور جو بننے والا نہیں ہوگا اور بننے والوں کیلئے رکاوٹ بنے گا خدا اسے اس طرح توڑ دے گا جیسے انڈے کے چھلکے کو توڑ دیا جاتا ہے۔ تم جن کو بڑی طاقتیں کہتے ہو، خدا کے نزدیک ان کی حیثیت مکڑی کے جالے کے برابر بھی نہیں ہے۔ دنیا میں پاکیزہ انسانوں کے نہ ہونے کی وجہ سے مکڑیوں کے بڑے بڑے جالے لگ گئے تھے لیکن جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سعی سے صحابہؓ کی پاکیزہ جماعت تیار ہوئی تو خدا نے عذاب کی ایک جھاڑو سے روم وفارس کے جالے صاف کر دیئے تھے۔ آپ نے فرمایا تم دنیا میں سورج کی طرح نور کیساتھ پھرو گے تو تم سے دنیا میں نور پھیلے گا اور نور تمہارے اندر ایمان سے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے اعمال واخلاق سے اور اخلاص کے ساتھ دین کی دعوت سے آئے گا۔

آپ نے فرمایا کہ ’’ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو روس امریکہ کی مادّی فضاؤں میں بھی اسی یقین ساتھ جمے رہیں کہ دین صرف دعوت کے راستے کی قربانیوں سے اور قربانیوں کے بعد دعاؤں سے چمکے گا۔ آپ نے فرمایا جب تک خدا سے ہونے کا یقین اور علم نبوت کے مطابق عبادات درست نہ ہو جائیں اخلاق نہیں آتے اور جب تک ہم میں اخلاق نہیں آئیں گے دوسروں میں دین نہیں پھیلے گا، اغراض کے لئے کسی سے کوئی سلوک کرنا اخلاق نہیں ہے بلکہ کوئی کام جب تک اس میں اخلاص نہ ہو اس کی قطعاً کوئی قیمت نہیں۔ ایک دن ایک مجلس سے مولانا اٹھے اور حضرت مفتی زین العابدین صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا مفتی صاحب! عمل اخلاص کے بغیر مردار ہی تو ہے اور دیکھو گھروں

،بازاروں، دفتروں، میں مرداروں کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ جن چیزوں میں سے یقین نکل کر اللہ کی ذات پر آئے گا ان ساری چیزوں کو اللہ رب العزت مسخر فرمادیں گے۔

حضرت مولانا نے فرمایا کہ مسلمانوں میں دین کی رسم اور صورت موجود ہے اس **تبلیغی** جدو جہد کا مقصد یہ ہے کہ ان میں علم دین کی حقیقت اور روح آجائے، ان میں دین کے منتشر اجزاء موجود ہیں **تبلیغ** کا مقصد یہ ہے کہ ان میں پورا دین صحیح ترتیب کے ساتھ آجائے اور **تبلیغ** کا مقصد تعدیہ کی مشق کرتے ہوئے ایک طریقۂ حیات کو سیکھنا ہے جس میں ہر عمل کے موقع پر اس کے امر کے ذریعہ توجہ الی اللہ پیدا ہوکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم والے طریقہ حیات کے ساتھ تعدیہ وفروغ والی شکلوں سے موت کے بعد کی نجات وسرسبزی کے حصول کے لئے اس کو کردیا جاوے اور مسلمان اللہ کے احکام کی پابندی والی زندگی گزارنے لگیں۔

اس محنت اور کام سے ماحول بنے گا اور کسی کے دل میں درد پیدا ہوگا اور فکر لگے گی کہ یہ امت کس طرح یہود ونصاریٰ کے ہاتھ سے چھوٹے اور اس کی دردبھری آہ وزاری پر منجانب اللہ اس کے دوبارہ چمکنے کی صورت پیدا ہوگی جیسے تاتاریوں کے زمانے میں بائیس لاکھ مسلمانوں میں سے سترہ لاکھ مسلمانوں کو شہید کردیا گیا تھا، پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نور اللہ مرقدہ کی فکروں پر دروازہ کھلا، اکبر کے دین الٰہی پر حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے ہاتھوں ہدایت کا دروازہ کھلا۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے فرمایا کہ موجودہ حالات کے تناظر میں ہرانسان، علاقہ، زبان اور برادری میں بٹتے ہوئے نظر آرہا ہے اور اسے فخر اور ترقی کا ذریعہ سمجھ رہا ہے حالانکہ امت کسی ایک قوم اور علاقہ کے رہنے والوں کا نام نہیں بلکہ سیکڑوں ،ہزاروں قوموں اور علاقوں کو جوڑ کر امت بنتی ہے جو کوئی کسی ایک قوم یا علاقہ کو اپنا سمجھتا ہے اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور صحابہ کرامؓ کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے، اگر مسلمان اب پھر امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں بھی مل کر ان کا بال بھی بیکا نہیں کرسکیں گی ایٹم بم اور راکٹ بھی ان کو ختم نہیں کرسکیں گے لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امتوں کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچاسکیں گی۔

دعوت تبلیغ کا اہم مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ اپنے یقین کی تبدیلی ہوجائے حضرت مولانا یوسفؒ کی ہدایت میں یہ ہے کہ داعی کا رخ یہ نہ ہو کہ ہم دوسروں کو قائل کرنے کیلئے دعوت دے رہے ہیں بلکہ اپنے یقین کی تبدیلی کیلئے ہم دعوت دے رہے ہیں

رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے تبلیغی مرکز میں ایک عام اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آج مال و دولت کے بارے میں ،کمائی اور خرچ کرنے کے بارے میں ہمارا طریقہ حضرت محمد ﷺ والا طریقہ نہیں، ابوبکرؓ وعمرؓ والا طریقہ نہیں، بلکہ یہودیوں اور مہاجن اور بنیوں کا طریقہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور غضب کا فیصلہ ہوچکا ہے خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے طریقے پر آنے کے لئے مسلمانوں کو اپنی پوری ظاہری اور باطنی زندگی کا نقشہ بدلنا ہوگا اور اس سب کے ساتھ ایمان وعمل صالح اور اخلاق والی زندگی کو دنیا میں پھیلانے اور فروغ دینے کے لئے محنت و مجاہدہ بھی کرنا پڑے گا اور اس میں نیت صرف اللہ کی رضا اور اس کے بندوں کی خیر خواہی اور نفع رسانی کی ہوگی جب جاکر زندگی وہ بنے گی جس کو لے کر حضرت محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت جیؒ نے فرمایا کہ اب مسجدوں اور نمازوں کے ساتھ لوگوں کا تعلق صرف اتنا ہے کہ گھڑی دیکھ کر چند منٹ کے لئے آتے ہیں اور جن تقاضوں اور مشغلوں سے نکل کر آئے ہیں بس جلدی جلدی بے جان قسم کی چند رکعتیں پڑھ کر اپنے انہیں تقاضوں اور مشغلوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے ان مسجدوں اور نمازوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق اور وہ ایمانی

زندگی حاصل نہیں ہورہی اور نہیں ہوسکتی جس سے ہماری فلاح وابستہ ہے جس کے لئے ہم کوحی علی الفلاح کہہ کر پکارا جاتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فرمان ہے ''جس معروف کو اپنے اندر لانا چاہتے ہو اس کی دعوت دو اور جس منکر کو نکالنا چاہتے ہو اس کو چھوڑنے کی دعوت دو''۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ نے ایک مرتبہ عرب کے علماء سے پوچھا امت کے خسارے کی وجہ کیا ہے؟ کسی نے جواب دیا غریبی، تو حضرت نے فرمایا کہ صحابہؓ اتنے غریب تھے کہ چمڑے بھون کر کھاتے تھے، کسی نے کہا جہالت، تو حضرت جی نے فرمایا صحابہؓ سب سے زیادہ ناخواندہ تھے، تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ خسارہ کی وجہ ایمان کی کمزوری ہے۔ صحابہؓ غریب تھے لیکن ایمان سے لب ریز تھے صحابہؓ ناخواندہ تھے لیکن نور ایمان سے منور تھے۔ اور ایمان کو قوت دینے والی چیز دعوت ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے تھے ''جس خوبی کو، جس اچھائی کو اور جس نیکی کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو لوگوں میں چل پھر کر اس کی دعوت دو وہ چیز اپنے اندر پیدا ہو جائے گی۔ آج تک جتنے بھی لوگ اللہ و رسول کے نافرمان ہوئے ہیں وہ گھر، کاروبار اور بیوی بچوں میں رہ کر ہوئے ہیں۔ اس وقت ۹۰ رفیصد مسلمان بے نمازی ہیں یہ سب کے سب گھر، کاروبار اور بیوی بچوں میں رہ کر بے نمازی ہوئے ہیں، اس لئے جو چیز جہاں بگڑتی ہے وہاں بنتی نہیں ہے''۔ دین اور دین کی محنت کی مثال جاری پانی کی طرح ہے جاری پانی تمام مخلوقات کیلئے لازم ہے، جس سے جاندار اور غیر جاندار کی حیات متعلق ہے، جس کا کوئی ملک اور قوم انکار نہیں کرسکتی۔

آج ضرورت ہے کہ روٹھے ہوئے لوگوں تک دعوت و تبلیغ کی امانت حکمت عملی سے پہنچادیں، کیونکہ دعوت کی برکت سے نفرت اور نحوست کی فضا دنیا سے ختم ہوگی مودت اور نورانیت پیدا ہوگی جس سے بندگان خدا فیض یاب ہوں گے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ فرماتے تھے انسان کی تین چیزیں دشمن ہیں (۱) شیطان (۲) بری عادتیں (۳) برا ماحول ان تمام دشمنوں سے بچنے کے لئے لوگوں کو دعوت اور عبادت والے ماحول میں چلّے اور چار مہینے کے لئے بھیجا جاتا ہے جہاں پر دعوت و عبادت کے پاکیزہ ماحول کی برکت سے لوگ اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو رہے ہیں''۔

غزل

جناب الحاج ماجد دیوبندی

امن کا جو پیغام سنانے والے ہیں
گلیوں گلیوں آگ لگانے والے ہیں

جن کی سخاوت عام ہے ساری دنیا پر
وہ خود جو کی روٹی کھانے والے ہیں

ہم کو ان ولیوں کی صحبت حاصل ہے
دشت کو جو گل زار بنانے والے ہیں

جان بچانے والے تو سب ہیں لیکن
اب کتنے ایمان بچانے والے ہیں

تم لے جاؤ نیزہ، خنجر اور تلوار
ہم مقتل میں سر لے جانے والے ہیں

بیماروں کا اب تو خدا ہی حافظ ہے
سارے مسیحا زہر پلانے والے ہیں

بھوکا رہ کر سائل کو خیرات جو دے
ماجدؔ ہم بھی اسی گھرانے والے ہیں

دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھئے

مفتی تنظیم عالم قاسمی
استاذ حدیث دار العلوم سبیل السلام حیدر آباد

اپنے کنبہ اور خاندان کے افراد کے ساتھ حسن سلوک اور صلہ رحمی انسان کی فطری عادت ہے۔ ہر شخص اپنے لوگوں سے محبت کرتا ہے' ان سے تعلق کو خوش گوار رکھنے کی کوشش کرتا ہے' ان سے اونچ نیچ بھی ہو جائے تو اسے برداشت کرتا ہے اور یہ کہ کر در گذر کر دیتا ہے کہ یہ اپنے لوگ ہیں ان سے مؤاخذہ خود اپنی ذات سے مؤاخذہ کے مترادف ہے' یہ جذبہ تقریبا پورے افراد خاندان میں پایا جاتا ہے اور ایک گھر کے تمام افراد ایک دوسرے کے بارے میں یہی تصور رکھتے ہیں' یہی وجہ ہے کہ اگر گھر میں کسی شخص کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو گھر کے دیگر افراد کو بھی اس درد کا احساس ہوتا ہے اور کسی خوشی کے موقع پر پورے گھر اور خاندان میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے' ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں اور نیک تمناؤں کا اظہار کرتے ہیں' ذاتی طور پر خواہ کامیابی ہو یا ناکامی اس کی پرواہ نہیں ہوتی' اپنے خاندان اور گھر کے آدمی کی کامیابی کو اپنی کامیابی تصور کی جاتی ہے۔ اس لئے ان کے مال و دولت' جائداد اور عہدوں سے حسد نہیں ہوتا' ان کی ترقی اور عزت سے اپنے سینے میں تنگی پیدا نہیں ہوتی اور ہر موڑ پر ان کا ساتھ دینے کے لئے تیار رہتے ہیں لیکن جب یہ مسئلہ دوسرے خاندان' دوسری زبان' دوسرے علاقہ' دوسری ریاست اور دوسرے مسلک کے لوگوں کے ساتھ ہو تو سارا کے سارا مسلمان ہونے کے باوجود بھی ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتے' ان کی کامیابی پر خوشی کے بجائے دل میں تنگی محسوس کی جاتی ہے۔ کڑھن' حسد اور جلن کا احساس ہوتا ہے اور ان کے متعلق جذبۂ خیر کے بجائے شر اور نقصان کا پہلو غالب رہتا ہے۔

فاصلے کا یہ احساس اس وقت مزید بڑھ جاتا ہے جب کہ سامنے والا اپنے مسلک اور جماعت سے تعلق نہ رکھتا نہ ہو۔ پھر اس کی کوئی بات' کوئی عمل اور اس کی کوئی کتاب یا کوئی تحریر برداشت سے باہر ہو جاتی ہے' ہم ان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے' ان کے سلام کا جواب دینے اور ان سے مصافحہ کرنے میں بھی کلیجہ منہ کو آتا ہے' ممکن ہے کہ شرم و حیا کی وجہ سے ہاتھ آگے بڑھ جائے لیکن دل اخلاص و محبت سے محروم رہتا ہے' یہی بنیادی اسباب و عوامل ہیں کہ خالص عبادت کی جگہ مسجدیں بھی منقسم ہوگئی ہیں اور دینی بے حسی اتنی بڑھ چکی ہے کہ مسلک کی بنیاد پر مساجد میں قتل وقتال اور گولی بارود میں کسی طرح کی ہچکچاہٹ بھی نہیں ہوتی۔ آج کتنے مسلم نوجوان ہیں جو جیل میں قید و بند کی زندگی گذار رہے ہیں۔ ان کے بوڑھے والدین اور معصوم بچے تڑپ رہے ہیں مگر ہمارے دلوں پر ان کے لئے اس لئے کوئی محبت پیدا نہیں ہوتی کہ وہ ہمارے ہم مسلک نہیں ہیں' مسلک کے اس تعصب نے پوری قوم کو تباہ کر دیا ہے اور دشمنوں کا حوصلہ اتنا بڑھا دیا ہے کہ وہ اب مسلمانوں کو للچائی ہوی نظروں سے دیکھنے لگے ہیں۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو جو نظریہ دیا ہے وہ ہر طرح کے تعصب' تنگ نظری اور حسد سے پاک ہے۔ صرف مسلمان نہیں بلکہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا إِلَيْهِمْ. (الممتحنة:۸) ''اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو' جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے''

کفر و شرک ناقابل معافی جرم ہے' اس کے باوجود ان کے ساتھ عدل و انصاف' رواداری' انسانی ہمدردی اور نفع رسانی کے اقدام کو مستحسن قرار دیا گیا ہے گویا اسلام نے مذہب کے اختلاف کے باوجود غیر مسلموں کو برداشت کیا ہے اور ان کے ساتھ بھی

تعصب اور تنگ نظری کو روا نہیں رکھا گیا۔ کفار مکہ نے آپ کو بے حد ستایا اور پریشان کیا تھا' قدم قدم پر دعوت و تبلیغ کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی تھیں' آپ اگر چاہتے فتح مکہ کے دن ان کے ایک ایک جرم کا بدلہ لے سکتے تھے، مگر ان جانی دشمنوں کو معافی کا پروانہ دے دیا گیا، ارشاد فرمایا: **إذهبوا فأنتم الطلقاء** ''جاؤ! تم سب کے سب آزاد ہو'' - اس رواداری اور وسعت ظرفی کی مثال کیا کسی دوسرے مذاہب کے رہبروں کی زندگی میں تلاش کی جا سکتی ہے؟

غزوۂ خندق کے موقع پر ایک مشرک فوجی خندق عبور کر کے مسلمانوں کی طرف آ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مارا گیا، کفارِ مکہ نے لاش کی قیمت ادا کر کے لاش حاصل کرنی چاہی؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیمت نہیں لی اور یوں ہی ان کی لاش ان کے حوالہ کر دی، ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کی روٹی اور پرانی چربی کی دعوت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمائی۔ جنگ خیبر کے اختتام کے بعد ایک یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بکری کا گوشت بھجوایا، آپ کی دعوت کی، آپ نے قبول فرمایا، اس میں زہر ملا ہوا تھا، جس کا اثر اخیر تک باقی رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے کھانے پینے کا بھی اہتمام فرمایا ہے، چنانچہ قبیلۂ ثقیف کے وفد کو جو ابھی اسلام نہیں لایا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا، حضرت خالد بن سعید آپ کے حکم سے اس کے کھانے پینے کا نظم فرماتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی اس نے وہ پیش کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دُعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وجمیل رکھے؛ چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گذرا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے، صحابہ نے عرض کیا یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آخر وہ بھی تو انسان تھا یعنی ہم نے انسانیت کا احترام کیا ہے اور انسان ہونے میں تمام نوع بنی آدم یکساں ہیں۔ جنگ کے عین موقع پر آپؐ کی طرف سے ہدایت دی جاتی تھی کہ بوڑھوں' کمسن بچوں اور عورتوں کا قتل نہ کیا جائے۔ حالاں کہ دنیا کا دستور رہے کہ جس قوم سے جنگ ہوتی ہے اس سے نفرت' دشمنی اور عداوت کی بنیاد پر اس کے ایک ایک فرد کو قتل کر دیا جاتا ہے' دولت اور جائداد لوٹ لی جاتی ہے مگر اسلام کا نقطۂ نظر فیاضانہ سلوک اور وسعت نظری پر ہے۔

اس طرح کے بیشتر رواداری اور حسن اخلاق کے ایسے واقعات ہیں کہ تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، حیرت اس لئے بھی ہے کہ حسن اخلاق اور اعلی ظرفی کے یہ معاملات اس وقت پیش آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے برسر پیکار تھے اور ہر وقت ان سے ضرر رسانی کا خطرہ رہتا تھا، ایسے وقت لوگ جذبات میں حسن سلوک اور ظاہری خوش خلقی سے عموماً متصف نہیں رہ سکتے؛ بلکہ ایسے حالات میں انسانیت کا بھی احترام ختم ہو جاتا ہے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں کفار و مشرکین کے علاوہ منافقین سے بھی سابقہ پڑا' مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں یہ کفار سے کم نہیں تھے' بظاہر ایمان کا دعوی تھا اس لئے مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کو چیرہ دستی کا موقع زیادہ ہاتھ آیا' قرآن کریم نے سورہ نساء آیت ۱۴۵ میں ان کے جہنمی ہونے کی خبر دی' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان منافقین کی اسلام مخالف ساری سرگرمیوں کا علم تھا لیکن آپ نے انہیں برداشت کیا اور کبھی ان کو برا بھلا نہیں کہا۔ کفر و شرک اور نفاق کے باوجود جب انہیں برداشت کیا گیا اور ان کے ساتھ فیاضانہ سلوک برتا گیا تو کیا آج مسلمان مسلک کے اختلاف کو بھی برداشت نہیں کر سکتے' اگر کوئی شخص ہم مسلک اور ہم جماعت نہ ہو تو ان کے ساتھ بداخلاقی اور تنگ نظری کے معاملات کیا شریعت اسلامی میں درست ہو سکتے ہیں؟

اسلام نے ہر مسلمان اور توحید پرست کو بڑا دل اور وسیع ذہن رکھنے کا حکم دیا ہے۔ مسلمانوں کے قول و عمل اور کردار سے اس کا اظہار ہونا چاہئے کہ آپ کے دل و دماغ میں دنیا سے بھی زیادہ وسعت ہے' کیوں کہ ایک مسلمان صرف اپنی ذات کے لئے نہیں سوچتا بلکہ پوری دنیا کی ہدایت اور راہ راست پر لانے کی فکر رہتی ہے اور ایسے ہی

لوگ نبی کے سچے وارث ہو سکتے ہیں جن کے پہلو میں کائنات کی ہدایت کی تڑپ موجود ہو اور دنیا کی اقوام کی فکر دل ودماغ میں وسعت کے بغیر پیدا نہیں کی جا سکتی، قرآن نے اہل اسلام کو جو آداب سکھائے ہیں ان میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ اگر کہیں کوئی مجلس لگی ہوئی ہے اور بعد میں کوئی شخص وہاں پہنچے تو مجلس میں موجود افراد کو چاہئے کہ وہ اپنے جسم کو حرکت دیں، ہل ڈول کر ان کے لئے جگہ بنائیں اور ان سے اپنائیت کا ثبوت دیں۔ (مجادلۃ۔۱۱)

ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ، صحابۂ کرام کی مجلس لگی ہوئی تھی، اتنے ہی میں ایک صحابی باہر سے داخل ہوئے، ان کو دیکھ کر آپؐ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور مجلس میں کشادگی پیدا کی، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجلس میں جگہ کافی تھی، وہ شخص آ کر بیٹھ سکتا تھا، اس کے لئے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کیا ضرورت تھی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے کہ جب بھی کسی مسلمان کو مجلس میں آتا ہوا دیکھے تو تھوڑا اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۰۴)

مجلس میں جگہ ہونے کے باوجود کسی کو آتا دیکھ کر بدن میں حرکت پیدا کرنے اور ہلنے ڈولنے کا حکم دیا گیا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ آنے والا شخص جب مجلس میں بیٹھے لوگوں کو اس طرح ہلتا ڈولتا دیکھے گا تو اس کے دل سے اجنبیت دور ہو گی اور اسے اپنائیت کا احساس ہو گا، وہ سمجھے گا کہ میں اپنے ہی لوگوں میں آیا ہوں، میرے لئے ان لوگوں کے دل میں محبت ہے اس سے ان کے دل میں بھی محبت پیدا ہو گی اور اتفاق واتحاد کا ماحول قائم ہو گا۔ اس سے کشادہ قلبی اور وسعت ذہنی کی تعلیم ملتی ہے یعنی کسی کو آتا دیکھ کر دل ودماغ کو تنگ کرنے کے بجائے اس کو کشادہ کرنا چاہئے اور عملی طور پر بھی اس کا اثر ظاہر ہونا چاہئے، کسی کو دیکھ کر ناک بھاؤں چڑھانا، پیشانی پر بل لانا اور دل کو چھوٹا کرنا اسلام کی تعلیم نہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک دوسرے موقع پر رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کے کھانے کو دو آدمی کے لئے اور دو آدمی کے کھانے کو تین یا اس سے زائد افراد کے لئے کافی قرار دیا۔ ایسا نہیں ہے کہ دوسرے کو شریک کرنے سے کھانے میں اضافہ ہو جائے گا بلکہ قناعت، ہمدردی اور وسعت ذہنی کی اس میں تعلیم دی گئی ہے کہ تمہارا کھانا اگر چہ کم ہو مگر کسی بھوکے شخص کو دیکھ کر اپنے ساتھ کھانے میں شامل کر لو اور ان کو دیکھ کر دل چھوٹا مت کرو کہ کھانا اتنا کم ہے، یہ ہمارے لئے ہی ناکافی ہے اس میں دوسروں کو شریک کرنے کی گنجائش کہاں، یہ تنگ دلی ایک مسلمان کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے، اپنے ذہن ودماغ کو وسیع رکھو اور امید رکھو کہ کم کھانے میں بھی اللہ تعالی تمہارے فیاضانہ سلوک اور کشادہ قلبی کی وجہ سے برکت عطا کرے گا جس سے تمام آسودہ ہو سکیں گے۔

احکام اسلام پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ کس کس طرح اسلام نے اپنے پیروکاروں کو کشادہ قلبی، وسعت ظرفی اور دوسروں کو برداشت کرنے کی تلقین کی ہے۔ جس کے پہلو میں سکڑتا ہوا جگر اور دل تنگ ہو اور جو اپنے سوچ اور خیالات کو محدود رکھتا ہو وہ اسلام کی فکر اور اس کی تعلیمات سے حقیقت میں ناآشنا ہے، آپ اندازہ کیجئے کہ جو مذہب پوری کائنات اور ساری اقوام کی ہدایت کے لئے آیا ہو اور جس کا مقصد سب کی نجات ہو کیا وہ لسانی، صوبائی، علاقائی، مسلک اور جماعت کی بنیاد پر تعصب اور تنگ نظری کی اجازت دے سکتا ہے؟ بالخصوص آج کے دور میں ضرورت ہے کہ مسلکی اختلاف سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا مزاج بنایا جائے، اگر آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو برداشت کریں اور آپ کو محبت کی نظروں سے دیکھیں تو آپ سب سے پہلے اپنے اندر یہ صفات پیدا کیجئے اس لئے کہ دوسروں کے ساتھ جارحانہ اور ظالمانہ سلوک کر کے ان سے اخلاص ومحبت کی امید فضول ہے۔ آپ کی طرح دوسروں کی بھی یہی خواہش ہو گی کہ ان کے ساتھ بہتر اور ہمدردانہ سلوک کیا جائے، ظاہر ہے کہ آپسی تعاون اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے ذریعے ہی اتحاد کا ماحول قائم ہو سکتا ہے۔

زبان وقلم رحمت بھی زحمت بھی

مولانا جاوید اشرف المدنی الندوی: مدینہ منورہ

اللہ تعالی کی بے شمار نعمتوں میں سے زبان وقلم کی نعمتیں بھی حضرتِ انسان کو ودیعت کی گئی ہیں، ان کے صحیح استعمال پر انسان کی فلاح و بہبود اور غلط استعمال پر خسران وخذلان موقوف ہے، دل میں چھپے عزائم وارادوں کی تعبیر اوران کو ظاہر کرنے کے وسیلے زبان وقلم ہی ہیں، اس لئے جس دل میں جو ہوگا وہی اس کی زبان وقلم پر ظاہر ہوگا، عربی کا مشہور مقولہ ہے: **کل اناء یترشح بما فیه**: برتن میں جو کچھ ہوتا ہے وہی ٹپکتا ہے۔

اس لئے شریعت اسلامی نے اولاً صفاء قلب کی تاکید کی ہے اور بار بار اس کی اہمیت کو بیان کیا ہے، چنانچہ دل کی پاکیزگی، دل کی نفاست وصفائی پر زور دیا ہے، بلکہ دل کی پاکیزگی اور صفائی کو اساس ایمان قرار دیا ہے، اگر دل میں ایمان جاگزیں نہیں ہوا اور زبان سے دعوے ایمان کے ہیں تو ایسے دعوے اسلام میں غیر معتبر ہی نہیں نفاق کے دائرے میں آتے ہیں، نفاق ہے اس کا نام کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔

عصر حاضر میں زبان وقلم کی بے احتیاطیاں اس قدر عروج پر ہیں کہ ماضی میں اس کا تصور بھی ممکن نہ تھا، وجہ اس کی یہی ہے کہ ماضی میں بے احتیاطی کا دائرہ محدود تھا کہ وسائل اعلام ومیڈیا کا اتنا دور دورہ نہ تھا، جب کہ آج کی دنیا میں کسی کی زبان وقلم کی بے احتیاطی پل بھر میں سارے عالم میں پھیل جاتی ہے، اس تناظر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ تحریر قارئین کی خدمت میں پیش کردی جائے، اللہ تعالی اس کو نافع بنائے۔ آمین

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان الرجل لیتکلم بالکلمة یهوی بها فی النار کذا وکذا خریفا** (صحاح وغیرہا) بلاشبہ آدمی کوئی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو بڑی طویل مدت تک جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

مسلم وترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں: **اتدرون من المفلس ؟ قالوا : المفلس فینا من لا درهم له ولا متاع . قال : ان المفلس من یأتی یوم القیامة بصلاة وصیام وزکوة ، ویأتی قد شتم هذا ، وقذف هذا، واکل مال هذا ، وسفک دم هذا، وضرب هذا، فعطی هذا من حسناته وهذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم یطرح فی النار.** (جامع الاصول رقم: ۷۹۵۹)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک روز ارشاد فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ عرض کیا: ہم میں مفلس تو وہ ہے جس کے پاس درہم (پیسہ) نہ ہو نہ اس کے پاس پلے کچھ مال ومتاع ہو، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ مفلس تو وہ ہے جو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے پاس نماز بھی ہوگی، روزے بھی ہوں گے، زکوۃ بھی ہوگی، مگر کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان والزام تراشی کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، تو اس شخص کی نیکی لے کر ان کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اس نے برائی کیا ہوگا، پھر بھی ان کے حق پورے نہ ہوں گے اور اس کے پاس نیکیاں ختم ہوچکی ہوں گی تو جن کے ساتھ زیادتی کی تھی ان کے گناہ اس کے سر لاد دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا۔

زبان کی بے احتیاطیاں اور بے اعتدالیاں عموماً عوام وخواص دونوں میں پائی جاتی ہیں، عوام کے لئے تو جہل کا عذر دے کر معذور کہہ دیا جاتا ہے مگر خواص کے لئے کیا عذر تلاش کیا جائے، زبان کی اسی بے احتیاطی کے بارے میں صحابی جلیل (رازدار

رسول اللہ ﷺ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے متنبہ فرمایا تھا:
انکم لتکلمون کلاما ان کنا لنعده علی عهد رسول الله ﷺ النفاق (رواہ احمد): تم ایسی باتیں کرتے ہو کہ ان باتوں کو ہم رسول اللہ ﷺ کے عہد میں نفاق تصور کرتے تھے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت کے الفاظ میں یہ اضافہ ہے: عہد رسول ﷺ میں بعض بات کے ایک مرتبہ کہنے سے ہی منافق شمار ہو جاتا تھا آج میں ایسی بات کو تم میں سے بعض سے دس مرتبہ مجلس میں سنتا ہوں۔

زبان کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ یہ زبان کی بے احتیاطی (قلم بھی زبان کی تعبیر ہے) نماز وروزہ وغیرہ عبادات کو بھی مٹا دیتی ہے چنانچہ: امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت نقل کی ہے: **قیل لرسول الله ﷺ ان فلانة تصلی اللیل وتصوم النهار وفی لسانها شیء یؤذی جیرانها سلیطة قال: لا خیر فیها هی فی النار.** یارسول اللہ ایک خاتون ہے جو راتوں کو نمازیں پڑھتی ہے اور دن کو روزے رکھتی ہے مگر زبان سے پڑوسی کو تکلیف پہنچاتی ہے اور بدزبان ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس میں کوئی خیر نہیں یہ دوزخ میں جائے گی۔ (مستدرک حاکم ۷۳۰۴، مسند بزار وبیہقی وغیرہ) دوسری روایت کے الفاظ میں کچھ اضافہ ہے جس میں صحابہ کرام نے ایک دوسری خاتون کے سلسلہ میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایک عورت ہے جو صرف فرض نماز پڑھتی ہے، رمضان کے روزے رکھتی ہے، کچھ صدقہ خیرات بھی کر دیتی ہے تاہم اپنی زبان سے کسی کو نہیں ستاتی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایسی عورت جنت میں جائے گی۔ (مستدرک حاکم ۷۳۰۵) مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ بہت سی ذاتی دین داریاں دوسروں کو ایذا دینے سے اکارت ہو جاتی ہیں اور بدزبان وبدقلم شخص ساری ظاہری وذاتی دین داریوں کے باوجود جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ والعیاذ باللہ

شریعت اسلامیہ میں تکریم انسانیت کی تعلیم دی گئی ہے، کسی کی عزت وعصمت کو داغدار کرنے، کسی کے عیوب کو پھیلانے یا اس کو برسر عام لانے والے یا کسی کی زندگی کو داغدار کرنے، یا کسی کا تجسس کرنے کے سلسلہ میں سخت ترین وعیدیں قرآن وسنت میں بیان کی گئی ہیں، جن کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمان کو زندگی گذارنا چاہیے، مبادا کہ زبان وقلم کی بے احتیاطی اس کو جہنم کا مستحق نہ بنا دے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کے وقت گشت پر تھے کہ ایک گھر سے گانے کی آواز آئی، آپؓ دیوار سے کود کر اس گھر میں فوراً داخل ہو گئے، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ہے شراب پاس رکھی ہے، اور اس کے پاس ایک گانے والی عورت گانا گا رہی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا: اے اللہ کے دشمن! کیا تیرا یہ گمان تھا کہ اللہ تیری ستاری اور پردہ پوشی فرمائے گا اور تو اس کی معصیت ونافرمانی میں مگن ہے؟ اُس شخص نے جواب دیا: اے امیر المؤمنین! ذرا بات سنیں، اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ اللہ کی تین نافرمانیوں کے مرتکب ہوئے ہیں (۱) اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿**لا تجسسوا**﴾ تجسس وٹوہ میں نہ لگو. آپ نے میرا تجسس کیا۔ (۲) اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿**واتوا البیوت من ابوابها**﴾ گھروں میں دروازوں سے داخل ہو. اور آپ دیوار پھاند کر داخل ہوئے۔ (۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿**لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا و تسلموا علی اهلها**﴾. اے ایمان والو! اپنے گھر کے علاوہ کسی گھر میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ اجازت لے لو اور اس گھر والوں کو سلام کرو۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا، آپؓ نے اس شخص سے فرمایا: اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تم خیر کی طرف آ ؤ گے؟ اس شخص نے کہا: یقیناً، تب آپؓ نے اس شخص کو معاف فرما دیا، اور اس کے گھر سے باہر نکل آئے۔ (درمنثور)

☆ ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کے بعد کھڑے ہوئے اور اتنی بلند آواز سے گویا ہوئے کہ خواتین تک نے اپنے

پردہ سے آوازِ نبوی سنی، ارشاد فرمایا: **یا معشر من آمن بلسانہ ولم یدخل الإیمان قلبہ لا تغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتھم فإنہ من اتبع عوراتھم یتبع اللہ عورتہ ومن یتبع اللہ عورتہ یفضحہ فی بیتہ** (ابوداود و مسند احمد وغیرہما) اے اُن لوگوں کی جماعت! جن کی زبانیں ایمان لے آئیں مگر ایمان اُن کے دل میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی غیبت نہ کرو، اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو، پس جو شخص مسلمانوں کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اللہ اس کے عیوب کو ظاہر فرمائے گا، اور اس کو اس کے گھر میں رسوا کرے گا۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا: کہ بنی آدم سب ہی خطاوار ہیں، خطا کا صدور کسی بھی فرد بشر سے بھی ممکن ہے عصمت تو صرف انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، مگر کسی کو کسی خطا و غلطی پر عار دلانا اور اپنے کو پاکیزہ جاننا یہ رب کریم کو گوارہ نہیں، چنانچہ اس سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں: مثلاً: امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اپنی سند سے حدیث شریف نقل کی ہے: **من عیّر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعمل** ۔جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ پر سرزنش کی وہ تب تک نہیں مرے گا جب تک وہ خود بھی اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے۔

واضح رہے کہ کسی کو گناہ پر ٹوکنا اور خیر خواہی کے ساتھ گناہ سے روکنا نہی عن المنکر ہے جو ایک فریضہ ہے تاہم کسی کو گناہ پر ملامت کرنا اور اس پر اس کو عار دلانا کرنا یہ عیر (یعنی عار دلانا) سے تعبیر کیا گیا ہے جو کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں، اور اسی پر حدیث شریف میں تنبیہ وارد ہے۔

چنانچہ طبرانی میں آپ ﷺ سے روایت ہے: اگر تمہیں کوئی گالی دے کسی ایسے عیب کی وجہ سے جس کو وہ جانتا ہے کہ وہ تمہارے اندر ہے، تو تم اس کو گالی مت دو، اس طرح تمہیں اجر ملے گا اور اس برائی کا گناہ اس کے سر پڑے گا۔ (الدعاء للطبرانی: ۲۰۵۹)

اس حدیث پاک میں بھی انسان کو اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ لوگوں کی پردہ پوشی کرو، ان کے عیوب چھپاؤ، کسی کے عیوب کو ظاہر نہ کرو، دوسروں کے عیوب تلاش کر کر کے ان کو نہ پھیلاؤ، اگر ایسا کروگے تو تمہارے عیوب کو اللہ تعالیٰ لوگوں پر منکشف فرمادے گا، اور تمہیں تمہارے ہی گھر میں رسوا فرمادے گا۔

میڈیا کے اس دور میں آج اگر کسی نے کسی کی پردہ دری کی کوشش کی اور اس کو عام کیا تو لاکھوں کروڑوں لوگوں تک بآسانی یہ کام ہوسکتا ہے، اس طرح اس گناہ کا اتنا پھیلاؤ ہوگا کہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا، اور اس کا سارا وبال اسی پھیلانے والے کے سر پڑے گا، اس لئے شریعت اسلامیہ میں چھپ کر گناہ کرنے پر اس قدر تنبیہ اور سزا اور عذاب کی وعیدیں نہیں جتنی کھلم کھلا گناہ پر وعیدیں اور اس کی شناعت بیان کی گئی ہے۔ (باقی آئندہ)

ایک اہم سوال

ہم کو ہمارے ماں باپ اور بڑوں نے اسلام سے واقف کرایا تھا ہم کو ضروری دینی تعلیم دی تھی، چنانچہ آج ہم مسلمان ہیں اور ہم کو اس کی غیرت بھی ہے، لیکن اگر ہم نے اپنے بچوں کو صحیح عقیدہ اور توحید و شرک کا فرق نہیں بتایا اور اسلام سے واقف نہیں کرایا تو کیا ہوگا، کیا یہ بچے ہمارے رہیں گے یا غیر کے ہوجائیں گے؟

[مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ]

جگہ کا عطیہ
الحاج محمد انیس صاحب
سردھنہ ضلع میرٹھ

ارمغان کے بیس سال مکمل ہونے پر

گل ہائے سخن

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

ماہنامہ ارمغاں ہے دعوت حق کی کلید
اس کا اجرا مرحبا ہے اور اشاعت بھی سعید
ایک ایسے ہی جریدہ کی ضرورت تھی شدید
ہے دعا اس کی ترقی روز افزوں ہو مزید

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

دوستو اس کے مضامیں کا نہیں کوئی جواب
ارمغاں ہے دعوت حق کا مکمل اک نصاب
صدق دل سے سعی پیہم کا ہے ثمرہ دیکھئے
بن گیا ہے یہ جریدہ علم و عرفاں کی کتاب

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

سرپرستی اس کی فرماتے ہیں مولانا کلیم
ہے جریدہ پر نوازش اور احسان عظیم
بیس برسوں سے مسلسل بانگ حق کا ہے نقیب
ڈال دے قلب وصی میں اے خدا عزم صمیم

جناب شعیب انجم بلند شہری
اے ایم ایم اسکول، بگراسی ضلع بلند شہر

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

فکر نبوی سے مزین اس کی ہستی اور وجود
اس کے اوراق جلی میں بانگ حق کی اک نمود
فکر اسلامی کے مظہر اس کے سب اسباق ہیں
اس لئے ہے ارتقاء کو اس کے حاصل اب صعود

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

اس کو حاصل ہے مثالی، معتبر، مخلص مدیر
جس کی ڈھونڈے سے صحافت میں ملے گی بس نظیر
ارمغاں کو جاں فشانی سے ملا ہے ارتقا
ہو رہی ہے ارمغاں کی اب اشاعت جو کثیر

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

دوستوں کو انجم بے نور کا ہے مشورہ
ارمغاں کا اپنی ہر محفل میں کیجئے تذکرہ
ارمغاں کی بانگ حق کو کیجئے کل عالم میں عام
دعوت حق کا چلے تا کہ ابد تک سلسلہ

نورعرفاں سے منور ارمغاں ہے رات دن
حق نوائی کا پیمبر، ارمغاں ہے رات دن

پیغامات اور دعائیہ کلمات

ماہنامہ ارمغان کی اشاعت کے اکیسویں سال کے آغاز پر

حضرت مولانا مفتی رحمت اللہ میر قاسمی

بانی وناظم دارالعلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ کشمیر

یہ معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ ماہنامہ ارمغان اپنے اکیسویں سال اشاعت کی مناسبت سے خصوصی شمارہ شائع کر رہا ہے، پہلی بار اب سے بہت قبل جب کہ یہ ناکارہ دیوبند چھتہ مسجد میں حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضری کے لئے گیا ہوا تھا، آنجناب کے ارسال فرمودہ قاصد کے ذریعہ چھتہ مسجد میں پہلا اور دوسرا شمارہ دیکھنے کو ملا، اس وقت جہاں تک یاد پڑتا ہے کچھ چیزیں آنجناب نے غیر مسلموں میں اسلامی دعوت اور اپنے اکابر کے مشہور ومعروف اور مقبول سلسلہ دعوت وتبلیغ میں ربط وتعلق اور باہمی مشوروں کے عنوان سے بطور تذکرہ بھی سامنے آئی تھی، اس کے کئی سال بعد جب یہ ماہنامہ ارمغان پابندی سے آنے لگا تو خصوصیت سے نومسلم حضرات کی پر اثر رودادوں اور تذکرہ سے عبرت ونصیحت و کے تحت ملنے والے نفع کے پیش نظر بہت سے رفقاء کو پڑھنے کی بھی ترغیب دی، جس کا نفع قلوب میں جذبہ دین کی بیداری کی شکل میں ظاہر ہورہا ہے، اس رسالہ کے اسی حصہ کو افادہ عام کے لئے بہت سے حضرات انفرادی طور پر بھی اور بعض رسائل وجرائد بھی نقل کرتے ہیں، جو یقیناً دل چسپ بھی ہوتا ہے اور نفع بخش بھی، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کے فیض کو زیادہ سے زیادہ عام اور تام فرمائے اور امت مسلمہ کو اس سے متمتع ہونا نصیب فرمائے۔

آنجناب کے لئے اور آپ کے عملہ ومعاونین نیز رسالہ کے جملہ متعلقین کے لئے دونوں جہاں میں قبولیت کا ذریعہ بنائے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مظاہری

ناظم مجلس دعوۃ الحق اون ضلع سورت گجرات

خلیفہ مجاز فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسینؒ

سب سے زیادہ دلی مسرت اور مبارکبادی پیش کرتا ہے ان دو شخصیتوں کو جنہوں نے آٹھ ہزار روپئے قرض لئے اور اس کے بعد اس سے بڑی مبارکبادی پیش کرتا ہوں اس شخصیت کو جس نے اولاً آٹھ ہزار روپئے قرض دیئے، پھر اسے ہبہ بھی کر دیا، میری مراد اول دو شخصوں سے اس وقت کے دو نوجوان مولانا وصی سلیمان ندوی اور حافظ ادریس صاحبان ہیں، اور دوسری شخصیت سے مراد حضرت پیر داعئ اسلام مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب دامت برکاتہم ہیں، یہ تینوں قابل مبارک باد ہیں جن کی بنیاد پر رسالہ ارمغان نے بیس سال پورے کیے۔

آج کے دور میں بہت سے نوجوان ایسے ہیں جن کے دلوں میں بہت سے کام کے ارمان اور امیدیں ہیں لیکن ان کا ساتھ دینے والا توجہ کرنے والا اور ہمت افزائی کرنے والا دوسرا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے ان کے ارمان ٹھنڈے ہو جاتے ہیں، اگر ہمت افزائی کرنے والا کوئی آدمی تیار ہوتا ہے تو اس طرح بہت سے مفید کام دنیا میں وجود میں آسکتے ہیں ضرورت ہے کہ نوجوان کام کے لئے میدان میں آئیں اور کام کرنے والے بڑے حضرات ان کی ہمت افزائی کریں یہاں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں، ہم تینوں کو مبارک باد پیش کرتے ہیں ہے اور امید کرتے ہیں کہ ایسے لوگ میدان میں آئیں گے، اللہ ہماری تمنا پوری فرمائے اور دعا کرتے ہیں حضرت پیر داعئ اسلام مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کی جدو جہد کو اللہ پاک پورے عالم میں عام فرما کر اقوام عالم کے ہدایت کے فیصلے فرمائے۔

پیغامات اور دعائیہ کلمات

ماہنامہ ارمغان کی اشاعت کے اکیسویں سال کے آغاز پر

پروفیسر الحاج ظہیر احمد خاں دامت برکاتہم

امیر جماعت تبلیغ ضلع ایوت محل مہاراشٹر

اپنی بے نوری پہ روتے روتے نرگس کو سینکڑوں سال گذر گئے تھے، آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے چمن ہند میں ایک دیدہ ور پیدا ہوا، جسے دنیا ''کلیم صدیقی'' کے نام سے جانتی ہے، حضرت موصوف نے امت کو اپنا مقصد حیات یاد دلایا، وہ سبق ذہین نشین کرایا جسے ہم نے صدیوں سے فراموش کر دیا تھا۔

ناچیز کو حضرت کے ساتھ سفر کی سعادت حاصل ہوئی، غریب خانہ پر بھی تشریف آوری ہوئی، اس طرح جناب کو اور آپ کے شب وروز کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا، آپ اپنی ذات میں ایک انجمن ہیں، بین الاقوامی حیثیت کے حامل ہونے کے باوجود عاجزی انکساری اور سادگی کا پیکر ہیں، حالیہ تاریخ اور معلوم دور میں دوسری کوئی اور شخصیت ایسی نظر نہیں آتی جو برادان وطن کی اتنی بڑی تعداد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے کا ذریعہ بنی ہو، اور وہ بھی اعلیٰ تر ین تعلیم یافتہ طبقہ اور مذہبی اعتبار سے اونچے مقام کے حامل افراد'' نسیم ہدایت کے جھونکے'' اسکا بین ثبوت ہے، جبکہ مغربیت، مادیت اور فرقہ وارانہ جنون اپنے شباب پر ہے، دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس ضمن میں آپ کی سعی وکاوش کو خوب بار آور فرمائے۔

آپ کی سرپرستی میں شائع ہونے والا جریدہ ''ارمغان'' تاریخ صحافت میں ایک کرامت ہے کیونکہ اس نوعیت کے رسالے ہمارے ملک میں کم عمری میں ہی فوت ہو جاتے ہیں، لیکن ارمغان نے نہایت آب وتاب کے ساتھ بیس سال پورے کر لئے ہیں، یہ اس کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ مزید برکات سے سرفراز فرمائے۔

پیر طریقت حضرت مولانا نور الحق قریشی مدظلہم

بانی ومہتمم جامعہ عربیہ کاشف العلوم ادگیر
خانقاہ چشتیہ صابریہ حیدر آباد، جانشین قطب دکن
حضرت مولانا عبد الغفور صاحب قریشی نور اللہ مرقدہٗ

مسرت ہوئی کہ ماہنامہ ''ارمغان ولی اللہ'' کی دینی دعوتی خدمات کے بیس سال مکمل ہو چکے اور اکیسویں سال میں قدم رکھا ہے، تمام علماء کرام وارباب ''ارمغان ولی اللہ'' نے حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب کی سرپرستی میں اس کام کا جو بیڑا اٹھایا ہے، یقیناً وہ اس دور کی اہم ضرورت اور وقت کا شدید تقاضہ ہے، یہ اللہ کی شان ہے کہ ہر دور میں اہم کاموں کے لئے مخصوص اور اہم شخصیتوں کو منتخب فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دینی دعوتی کام کے لئے تقریری، تحریری، وعظ ونصیحت کے لئے آپ کو منتخب فرمایا ہے، یہ کوئی اتفاق نہیں بلکہ من جانب اللہ انتخاب ہے اور یہ سارے امور دینی مدارس، تعلیم، تعلم، تصنیف وتالیف، تقریر وتحریر، وعظ ونصیحت، تزکیہ نفس، دعوت وتبلیغ یہ سب کار نبوت ہیں اور ان سب میں ایک دوسرے کا جوڑ ہے، کوئی ایک دوسرے کے مخالف اور ضد نہیں ہے، ہاں یہ بات ہے کہ ہر کار نبوت کا اپنا اپنا نہج ہے، یہ ضروری نہیں کہ کار نبوت کا ایک نہج ہو اور ایسا بھی ہر گز نہیں کہ تمام کار نبوت کسی ایک نہج پر چلائے جانے والے کام میں جمع ہو جائیں، اگر ایسا ہو تو نعوذ باللہ آپ ﷺ کو یہ فرمانے کی ضرورت ہی نہیں تھی، **الایمان بضع وسبعون شعبة**، آپ حضرات پورے خلوص اور انہاک سے کام کرتے رہیں اللہ کی بڑی مدد ہوگی اور یقیناً اللہ کی مدد آپ کو لوگوں کے شامل ہے، اللہ تعالیٰ ارباب حکومت اور حاسدین کے حسد، شریروں کے شر، فتنہ پروروں کے فتنہ سے آپ حضرات کی حفاظت فرمائے اور ترقیات سے نوازے۔

پیغامات اور دعائیہ کلمات

ماہنامہ ارمغان کی اشاعت کے
اکیسویں سال کے آغاز پر

حضرت مولانا نظام الدین فخر الدین دامت برکاتہم

صدر جامعہ نظامیہ ٹرسٹ پونہ ورکن مسلم پرسنل لاء بورڈ

رسالہ اپنے بیس سال مکمل کر چکا اور اکیسوں سال میں اپنا دعوتی سفر جاری رکھے ہوئے ہے، بڑی بات ہے، قوموں کی زندگی میں پل پل کی اہمیت ہوتی ہے، لمحے صدیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں عبدالحمید عدم کا شعر ہے کہ

صدیوں کا فرق پڑتا ہے لمحوں کے پھیر میں
جو غم ہے آج کا، اسے کل پر نہ ٹالئے

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پل کے روکنے سے منزل دور ہو جاتی ہے

ایک پل کے روکنے دور ہوگئی منزل
صرف ہم نہیں چلتے راستہ بھی چلتے ہیں

پھر رسالہ اردو میں ہو تو کتنا کٹھن راستہ ہے، اس کا تجربہ بندہ کو بھی ہے، بندہ بھی ایک ماہنامہ ''ہجرت ونصرت'' جاری کیا تھا ،مگر چند سالوں کے سفر کے بعد نہ ہجرت ہوئی اور نہ نصرت رہی ''ارمغان'' کا سفر جاری ہے مبارک ہو نور علی نور یہ کہ ارمغان کا مشن دعوتی ہے ،دعوت الی اللہ کا ایک ذریعہ ''قلم'' بھی ہے ویسے تو ہر مسلمان کی زندگی ایک طرف ''عبادت'' ہے تو دوسری طرف ''دعوت'' ہے صحابہ کرامؓ کی معشیت معاشرت، تجارت، عبادت، کو دیکھ بہت سی قوموں نے اسلام قبول کیا، مومن کی زندگی کا مقصد ہی ''اعلا کلمۃ اللہ'' ہے ہندوستان میں صدیوں پر محیط ہماری حکومت رہی مگر دعوت الی اللہ کی ذمہ داری ہم پوری نہ کر سکے، خیر اب صرف ماتم کرنے سے کیا ہوگا، میدان عمل سامنے ہے، مردان کار کی ضرورت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو خیر امت کے اعزاز سے نوازا ہے یہ امت بانجھ نہیں ہے اور نہ ہوگی، کبھی ابن تیمیہ تو کبھی غزالی پیدا ہوئے، مولانا قاسم نانوتویؒ تو کبھی مولانا الیاس صاحبؒ (حضرت جیؒ) نے اپنا درد بانٹا، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنا پیغام انسانیت دیا تو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے علم وحکمت کے موتی لٹائے اللہ تعالیٰ آپ سے بھی کام لے رہا ہے، اور آپ کے مشن کے چرچے خاص وعام کی زبان پر ہیں، تحریک کا پیدا کرنا مشکل نہیں اس کا زندہ رہنا اہم ہوتا ہے، آپ کا حلقہ وسیع ہے اور ہوتا جا رہا ہے اور ہوتا رہیگا، انشاء اللہ العزیز

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن دہلوی

استاذ مدرسہ عالیہ عربیہ فتح پوری دہلی

جامعہ ولی اللہ پھلت ضلع مظفر نگر یوپی کا ایک علمی، دینی، روحانی، تبلیغی ادارہ ہے جس کے روح رواں مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی صاحب ہیں جن کا غیر مسلموں میں دعوتی وتبلیغی مشن معروف و مشہور ہے وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں، رسالہ ارمغان جو ایک دینی، دعوتی، تبلیغی اور اصلاحی رسالہ ہے جو مولانا موصوف کی سرپرستی میں بڑی پابندی سے شائع ہوتا ہے، جس کے ذریعہ علماء اور عوام دونوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے، میں نے بذات خود اس رسالہ کو بار بار پڑھا ہے اور اس کے اصلاحی اور معیاری مضامین سے مستفید ہوا ہوں اور میں عوام وخواص دونوں سے گذارش کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو ضرور پڑھیں اور مستفید ہوں۔

ارمغان کے ۲۰ رسال پورے ہونے پر اس کا خاص شمارہ شائع ہو رہا ہے، اس پر مجھے بے حد خوشی ومسرت ہے اور میں رسالہ کے منتظمین کی مفید کدو کاوش پر دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں اور بارگاہ ایزدی میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح مولانا موصوف کے ذریعہ غیر مسلموں میں تبلیغ دین کو غیر معمولی قبولیت بخشی ہے اسی طرح ارمغان رسالہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پیغامات اور دعائیہ کلمات

ماہنامہ ارمغان کی اشاعت کے اکیسویں سال کے آغاز پر

جناب مولانا عدنان احمد ندوی

مدرسہ سراج العلوم، دلال محلّہ نواب بازار سری نگر کشمیر

ماہنامہ ارمغان گذشتہ دس بارہ سال سے مستقل دیکھنے کا معمول ہے، دو وجوہات سے، ارمغان اپنی خاص کشش اور امتیاز رکھتا ہے، ایک حضرت شاہ صاحب دہلویؒ وطنی نسبت اور دوسری دعوت دین کی خصوصیت کا ہر مضمون اور مقالہ پر چھایا رہنا۔
چنانچہ ارمغان ملت کے جملہ خدام دین کے لئے مزاج و مذاق کے اختلاف کے باوجود دعوتی اہداف کے ذریعہ معنوی وحدت کے حوصلہ ساز پیغامبر کا کام دے رہا ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقی دیں اور کارکنان و رفقاء کو علم و بصیرت کے ساتھ شاہراہ مستقیم پر قائم رکھیں۔

● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ● ●

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب

شیخ الحدیث مدرسہ عالیہ عربیہ مسجد فتحپوری دہلی۔6

محبّ محترم کی جانب سے موصولہ خط پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ آپ دعوت و تبلیغ کے اہم فریضہ کو پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دینے والے ماہنامہ ارمغان کی بیس سالہ خدمات پر خصوصی نمبر کا اجرا کر رہے ہیں، اس خصوصی اشاعت پر بصد خلوص مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دل سے دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس رسالہ اور اس کے مدیر محترم کو مزید تبلیغی خدمات کی توفیق سے مالا مال فرمائے اور پوری امت کے لئے صحیح رہنمائی کا ماہنامہ کو ذریعہ بنائے اور قبولیت تامہ وعامہ سے سرفراز فرمائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں۔ آمین ثم آمین والسلام

حضرت مولانا کبیر الدین فاران مظاہری

ناظم مدرسہ قادریہ

مسروالا، ضلع سرمور [ہماچل پردیش]

مکتوب گرامی کے جواب میں تاخیر سے ندامت ہے حضرت والا کا دعوتی اور اصلاحی فکروں کا ترجمان ’’ارمغان‘‘ جو ظاہری دلکشی اور باطنی حسنات پر مشتمل ہے، کی بیس سالہ کامیاب ترین اشاعت پر ہماری طرف سے آپ اور محترم ایڈیٹر اور معاونین کرام مبارک بادی کے مستحق ہیں۔
دراصل اللہ نے جناب والا کو جو جوہری صفات اور مخلوقات کی ہدایت و اصلاح کی فکروں سے مرصع اور حساس قلب عطا فرمایا ہے جس کے طفیل دعوت اور اس کے مقبول اثرات کی دولتوں سے نوازا ہے اس کا ایک عملی حسین عکس ’’ارمغان‘‘ ہے۔ جو دعوتی فکر و ذہنت کیلئے نمونہ اور رہنما ہے۔ اللھم زد فزد
آج ملک میں علمی اور معلوماتی جرائد و رسائل کی بھرمار ہے لیکن دعوتی اور ترغیبی گنتی کے ہیں، ضرورت ہے کہ داعی قوم کے صاحب زبان و قلم، مدعو قوم کی خیر خواہی کا فرض نبھائیں۔
اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں عافیت و برکت، ہم کو استفادہ اور اللہ کے بندوں کو آپ کی سعی سے دہکتی آگ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العلمین

محتاج دعاء
کفش بردار اسیر خلوص
(کبیر الدین فاران مظاہری)

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللھی

تعلیم کا مقصد اخلاق وکردار کی تعمیر ہے

مدرسہ اشاعت الاسلام کانشی میرٹھ میں تدریسی کیمپ کا انعقاد

علم وہنر کی بے پناہ روشنی کے باوجود آج کا تعلیم یافتہ انسان اخلاقی پستی کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے اور اس کے دل ودماغ پر حیوانیت سوار ہے، اس لئے ان حالات میں انقلابی تبدیلی کے لئے ہر طرف سے آوازیں اٹھنے لگی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اس کا واحد حل ذمہ دار اساتذہ کی نگرانی میں نئی نسل کی تعلیم وتربیت ہے، تعلیم بے لگام نہ ہونے پائے، تعلیم اخلاق وکردار کے جوہر چمکائے اس راہ میں سب سے بڑا کردار اساتذہ ہی انجام دے سکتے ہیں، ان خیالات کا اظہار شعبہ تعلیم مسلم یونیورسٹی کے رٹائرڈ پروفیسر راشد حیات نے آج مدرسہ اشاعت الاسلام کانشی کے سہ روزہ تدریب المعلمین کے اجلاس میں کیا، واضح رہے کہ جمعیت امام ولی اللہ ٹرسٹ کے چیرمین داعی اسلام مولانا محمد کلیم صدیقی، جن کا میدان کار تعلیم ودعوت ہے، وہ اساتذہ کی تدریب کے اس پروگرام کو چھ سالوں سے چلا رہے ہیں، اس کے نتیجہ میں مسلم یونیورسٹی کے شعبہ تعلیمات، اردو اکاڈمی، اور شعبہ فروغ سائنس نے ان کیمپوں کی جانب خصوصیت سے توجہ دینا شروع کردی ہے، اس وقت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی زیر انتظام مولانا محمد کلیم صدیقی کی سرپرستی میں چلنے والے منتخب 14/مدارس کے 30 تیس اساتذہ کے گروپ کی ٹریننگ کا نظام چل رہا ہے جس میں ہر ماہ ۴/ریوم کے لئے اساتذہ علی گڑھ جاکر سائنس، ریاضی، انگلش کی تدریس اور اس سے متعلق کاموں کو سیکھ رہے ہیں، پروگرام کے ڈائرکٹر غفران انجم نے اپنی سالانہ رپورٹ میں اس پس منظر میں کی گئی پیش رفت پر روشنی ڈالی، اور اس کے کامیاب نتائج سے آگاہ کیا، علی گڑھ یونیورسٹی میں شعبہ انگریزی سے وابستہ ڈاکٹر ارشد ملک نے کہا کہ آج تعلیم کا شور تو بہت ہے لیکن اس کے لئے بنیادی اساتذہ کی تیاری پر توجہ نہیں دی جارہی ہے، جب کہ اخلاق وکردار سے بیگانہ اس دور میں اس کی ضرورت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے، وفاق المدارس کے ڈائرکٹر وصی سلیمان ندوی نے مختلف زبانوں کی تدریس میں جو نزاکتیں ہیں ان پر توجہ دلائی، اور طلباء کا دینی کردار ابھارنے پر اصرار کیا، مدرسہ اشاعت الاسلام کے مہتمم مولانا محمد عرفان قاسمی نے کہا کہ اس طرح کے پروگرام سے تعلیمی مشن کو حوصلہ ملتا ہے، اور کم وقت میں زیادہ نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں،

پروگرام کو کامیاب بنانے میں مولانا شمیم ندوی، احسان دانش، محمد فوزان، مظاہر انور مظاہری، ابرار انجم مظاہری، مولانا عمران ندوی، قاری تحسین، ماسٹر محمد عادل نے خاص حصہ لیا۔

آگرہ میں داراشکوہ لائبریری کی بحالی کا مطالبہ

تہذیبی ورثہ کے تحفظ پسندوں نے مطالبہ کیا ہے کہ قلب شہر آگرہ میں خستہ حالت میں موجود داراشکوہ لائبریری کو تزئین ومرمت کے بعد بحال کیا جائے، اور اس کو دوبارہ کھولا جائے، ممتاز تاریخ داں راج کشور راجے نے کہا کہ ممکن ہے عوام نے اس لائبریری کے وجود کو بھلا دیا ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ مغل شہنشاہ شاہجہاں کے عہد حکومت میں یہ لائبریری ایک اہم مرکز علم تھی، سنت، صوفی اور اسکالرس یہاں باقاعدہ طور پر ملاقات کرتے تھے، اور مذہبی علوم وغیرہ پر تبادلہ خیال کرتے تھے، خود داراشکوہ نے ان مذاکرات کا آغاز کیا تھا، داراشکوہ (۱۶۱۵-۱۶۵۹ء) شاہ جہاں کا خلف اکبر ہونے کے علاوہ علم دوست بھی تھا۔

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: نماز جنازہ میں صفوں کی کیا شکل ہونی چاہئے؟

ج: نماز جنازہ میں صف بندی کی کوئی واجبی شکل تو منصوص نہیں ہے لیکن مستحب ہے کہ تین یا اس سے زیادہ طاق عدد میں صفیں بنائی جائیں۔فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر جنازہ میں سات ہی شرکاء ہوں تب بھی بہتر ہے کہ تین صفیں بنالی جائیں ایک ان میں سے امامت کرے اس کے بعد تین آدمی صف بنائیں ان کے پیچھے دو اور ایک آدمی تیسری صف میں کھڑا ہو جائے۔**اذا کان القوم سبعة قاموا ثلاثة صفوف بتقدم واحد وثلثة بعده واثنان بعدهم وواحد بعدهما**۔(الفتاوی الھندیۃ:۱/۱۶۴)

س: نماز جنازہ میں کچھ لوگ جوتے اتار دیتے ہیں کچھ نہیں ،ایک مرتبہ اس مسئلہ کو لے بحث بھی ہوگئی اب معلوم ہو جائے کہ حقیقت کیا ہے؟ جواب سے نوازیں۔

ج: دراصل نماز جنازہ میں مطلوب یہ ہے نمازی جس جگہ کھڑا ہوا ہے وہ جگہ پاک ہونی چاہئے،اب چونکہ نماز جنازہ مسجدوں میں نہیں ادا کی جاتی اس لئے اس کو چپل پہن کر پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ مسجد میں تو چپل لے کر جانا خلاف ادب ہے۔لہذا اگر چپل میں نجاست لگی ہوئی نہ ہوتو چپل پہنی ہوئی حالت میں بھی نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر چپل پر نجاست لگی ہوئی ہوتو چپل اتار کر ہی نماز پڑھنی ہوگی ورنہ ناپاکی کی وجہ سے نماز ہی درست نہ ہوگی ، ہاں اگر چپل میں نجاست لگی ہوئی ہے اور چپل اتار کر اس پر کھڑا ہو جائے تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں فقہاء سے اس کی گنجائش منقول ہے(کبیری:۲۰۶) یہی وجہ ہے کہ آج کل لوگ جوتے اتار کر الگ رکھ دیتے ہیں یا پھر ان کے اوپر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

س: بچے نے جو ابھی نابالغ ہے قسم کھالی اور والدین اس کو قسم پر باقی نہیں رہنے دینا چاہتے کیونکہ ان کو نقصان کا خوف ہے،ایسے میں شریعت کیا کہتی ہے؟ کون غلطی پر ہے؟

ج: نابالغ بچوں کی شرعاً قسم معتبر نہیں ہوتی ہے اس لئے کہ قسم کے صحیح ہونے کے لئے فقہاء نے جو شرطیں ذکر کی ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ قسم کھانے والا بالغ ہو(بدائع الصنائع:۳/۲۰)اس لئے والدین کے کہنے کے مطابق نابالغ لڑکے کا قسم توڑنا اس کے لئے گناہ کا سبب نہیں ہوگا نہ ہی اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

س: بیوی کا انتقال ہو گیا اور مہر ابھی ادا نہیں ہوا تھا تو اب اس مہر کا کون حق دار ہے؟

ج: عورت کا مہر انتقال کے بعد اس کے ورثاء کو پہنچتا ہے ان وارثوں میں شوہر بھی ہے اگر مرنے والی کے کوئی اولاد نہ ہوتو آدھا شوہر کو پہنچتا ہے اور آدھا جو باقی بچا وہ شرعی وارثین کو ملے گا اس کی تفصیلات دوبارہ لکھ کر معلوم کی جاسکتی ہیں ہاں اگر کوئی بھی نہ ہوتو پھر تمام مہر شوہر کو ملے گا اس کو اختیار ہے جہاں جیسے چاہے خرچ کرے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ وارثین کی موجودگی میں شوہر کو شرعی تقسیم کئے بنا اس مہر کی قیمت میں ذرہ برابر بھی تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

س: زید کی بیوی کو جو زیورات شادی کے وقت زید کے گھر سے ملے ہیں ان کا مالک شرعاً کون ہے؟ زید یا اس کی بیوی؟

ج: جو زیورات عورت کو شادی کے وقت دئے گئے اگر وہ بطور مہر ہیں تو بیوی ان کی مالک ہوگی اگر عطیہ وہدیے کے طور پر دئے گئے تب بھی عورت کی ملکیت ہیں البتہ اگر عاریتاً (ادھار) دئے گئے ہیں تو زید مالک ہے اور اگر دیتے وقت وضاحت ہی نہ کی گئی ہوتو پھر عرف ورواج اور مقامی دستور کے مطابق عمل کیا جائے گا۔(فتاوی ہندیہ:الفصل السادس عشر فی جھاز البنت ۱/۳۲۷)

کتاب نما

مرتب : مولانا شفیق احمد قاسمی

صفحات : 144 قیمت : 50 روپئے

شائع کردہ : پیغام بک ڈپو اردو بازار جلال پور ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)

حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین ایک مسلمان کی انتہائی آرزو اور شوق ہے، ہر سال لاکھوں لوگ اس بابرکت سفر پر روانہ ہوتے ہیں، اور سعادت دارین حاصل کرتے ہیں، اس سلسلہ میں مختلف اہل قلم نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف کی ہیں اور حرمین شریفین کے اسفار وہاں کے مکین وہاں کے مکان اور مقامات مقدسہ کو اپنا موضوع بنا کر کام کیا ہے، اس متبرک موضوع کے تقریبا تمام اہم موضوعات پر ایک سے بڑھ کر ایک تحریریں موجود ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے، ظاہر ہے یہ جیسا مقدس موضوع ہے اسی اعتبار سے اس موضوع سے لوگوں کا تعلق بھی گوناگوں ہے، اور اتنی ساری تحریریں ہونے کے باوجود ہر تحریر اپنے جواز کے لئے کوئی نہ کوئی سبب رکھتی ہے۔

پیش نظر کتاب اردو زبان کے صاحب نظر اور ممتاز اہل قلم اور درجنوں کتابوں کے مصنف جناب مولانا شفیق احمد قاسمی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے، جس میں حج و عمرہ کے فضائل، خانہ کعبہ اور مسجد حرام کے فضائل، حرم کا پیغام توحید خالص اور تردید شرک، حج سے پہلے حج کی تیاری، طریقہ حج اور زیارت مدینہ کے سلسلہ میں اہم معلومات، اور اس سفر کے خوش نصیبوں کے لئے رہنمائی کا سامان بڑی عام فہم اور سادہ زبان میں پیش کیا گیا ہے، انداز بیان اتنا مؤثر ہے کہ قاری کتاب کو شروع کر کے ختم تک پڑھنا پسند کرتا ہے، اور اس سے متاثر ہوتا ہے، کتاب میں حج و عمرہ اور مقامات مقدسہ کے سفر پر آمادہ کرنے کے لئے، اور مسلمانوں میں ذوق و شوق کی چنگاری فروزاں کرنے کے لئے اثر انگیز تقریروں کا سہارا لیا گیا ہے، جن سے عام اہل علم بھی اپنی تقریروں میں استفادہ کر سکتے ہیں اس طرح یہ کتاب حج و عمرہ کے مسافروں کے لئے ایک عمدہ گائڈ اور عام مسلمانوں کے لئے ایک بڑی کار آمد ضرورت بن گئی ہے۔

زبان و بیان سلیس، رواں اور نفیس و پاکیزہ اور تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہے اور اسے بڑے سلیقہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، اس لئے اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے، خصوصاً حج و بیت اللہ کے عازمین کے لئے بڑا مفید ہوگا اور اس سے ہر سطح پر استفادہ کیا جانا چاہئے، ایک صاحب دل مصنف کی کوشش کا یقیناً یہ حق ہے۔

تعارف: مولانا محمد حنیف قاسمی

یادرفتگاں اور ایصال ثواب

☆ ماہنامہ ارمغان کے ایک مخلص قاری جناب حاجی رفعت عمر صاحب کی والدہ محترمہ ۱۰ مئی جمعرات کو اس جہان فانی سے رخصت ہوگئیں، مرحومہ صوم وصلاۃ کی پابند نیک خاتون تھیں۔

☆ کھتولی شہر سے تعلق رکھنے والے ایک مخلص داعی جناب ڈاکٹر محمد زاہد صاحب کے والد محترم کا بھی ۱۸ مئی کی رات میں حادثہ وفات پیش آیا۔ قارئین ارمغان سے ان مرحومین کے لئے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

آخری صفحہ

کاش ہم شہر محبوب کے بدوّ بچوں سے سبق لیں

مسجد قبا میں نوافل ودعا سے فارغ ہو کر ہم لوگ نکلے، باہر مختلف اشیاء فروخت کرنے والے لوگ کھڑے تھے، کچھ برقع پوش بدو خواتین، کچھ بوڑھے، کچھ بچے، کھجوریں، مصلے، تسبیح اور دوسری اشیاء لئے آوازیں لگا رہے تھے، اس حقیر کے رفیق محترم رضوان بھائی نے ایک بچہ سے ایک درجن تسبیح کا پیکٹ خریدا جس کی قیمت اس نے سات ریال بتائی، برابر میں ایک دوسرا بچہ بھی کھڑا تھا، وہ خوشامد اور ضد کرنے لگا، کہ ایک درجن مجھ سے بھی خریدو، رضوان بھائی نے معذرت کی، اس نے شکایت کی کہ پہلے میں نے آپ کو تسبیح کا بھاؤ بتایا تھا، آپ مجھ سے بھی خریدیں، مدینہ کے اکرام میں رضوان بھائی نے اس بچہ سے بھی تسبیحیں خرید لیں، اور ۱۵/ ریال دس اور پانچ کے دو نوٹ ایک بچہ کو دیئے اور کہا دونوں تقسیم کر لینا، دو درجن تسبیح کی قیمت ۱۴/ ریال ہوتی تھی اس خیال سے کہ ہمارے ملکوں کی طرح ایک ریال کے لئے ان دونوں میں لڑائی نہ ہو، رضوان بھائی نے ان بچوں سے معلوم کیا، تم دونوں ۱۵/ ریال کیسے تقسیم کرو گے؟ دونوں بیک زبان بڑی خوشی سے بولے، سات سات دونوں لیں گے اور ایک بچے گا اس کو صدقہ کر دیں گے، ان بچوں کے اس جواب کے بعد دل کا عجیب سا حال ہو گیا اور جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے، اپنے حال پر بڑی ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے۔

یہ شہر مقدس اس تاج دار مدینہ کا مسکن اور شہر ہے جس نے دنیا کو ایسی سخاوت، ایثار اور استغنا سکھائی، کہ چودہ سو سال کے بعد بھی اس شہر کے بدّو بچوں میں سخاوت، ایثار و استغنا کی یہ شان پائی جاتی ہے۔ ہمارا حال ایسا شرم ناک ہے کہ ہم کوئی موقع خود غرضی، ہوس اور بخل کا گنوانا پسند نہیں کرتے، اس واقعہ کو سالوں ہو گئے، مگر جب بھی خیال و تصور میں اس شہر محبوب کا سفر ہوتا ہے، یہ واقعہ بھی یاد آجاتا ہے اور شرم سے منھ چھپانے کو جی چاہنے لگتا ہے کہ ہم غلاموں کی نسبت بھی اس معلم جود و سخا، اور ایثار و استغنا سکھانے والے نبیوں کے سردار ﷺ سے ہے، جس نے پوری دنیا کے دل و دماغ اور اس کے رخ کو دنیا کی بے ثباتی، اور نفع و نقصان کو، آخرت کی یاد اور اصل نفع و نقصان کی طرف موڑ کر اس دنیا کے سارے اندھیروں کو دین اسلام اور اسلامی اصولوں کے نور میں بدل کر رکھ دیا تھا، اور دنیا میں یہ مشہور ہو گیا کہ مسلمانوں کا پاگل و دیوانہ بھی اپنی چیزوں کو دوسروں کے گھر میں پھینکتا ہے، اور غیر مسلموں کا پاگل دوسروں کی اشیاء پاگل پن میں اچھال کر اپنے گھر میں ڈالتا ہے، اس لئے کہ مومن و مسلم کی نگاہ میں نفع ہے تو آخرت کا، اور نقصان ہے تو آخرت کا، اس دنیا کے نفع کو وہ ایک متاع غرور اور دھوکہ کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتا، وہ اس خواب کے نفع و نقصان کو حقیقی آخرت کی زندگی کے نفع و نقصان کے مقابلہ چھوڑنا اور قربان کر دینا عقل مندی سمجھتا ہے، جب کہ کافر و مشرک کی زندگی کی آخری منزل یہ دھوکہ کی دنیا ہی ہے:

یعلمون ظاھرا من الحیوٰۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ ھم غافلون (الروم:۶) وہ دنیاوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں، اور آخرت سے بالکل غافل ہیں

دنیا کی زندگی کی بے ثباتی اور متاع غرور اور آخرت کی ابدلآباد حقیقی زندگی کا یقین ہی وہ سرمایہ، اور زندگی کی چولوں کو، اور انسان کے دل و دماغ کو بنا دینے والا وہ گوہر ہے جو مدینہ منورہ کے بے پڑھے بدو بچوں میں ایسا سخاوت و ایثار اور استغناء کا جذبہ بیدار کرنے والا ہے، اور جس کو سکھانے کے لئے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ مبعوث ہوئے۔ کاش ہم بھی اس رسول رحمت ﷺ سے نسبت کی لاج رکھنے والے بنیں !!!

مولانا محمّد کلیم صدیقی